آفتابِ رسالت ﷺ
حصارِ جبر میں
شعبِ ابی طالب
ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی
شعورِ حق
نئی دہلی

آفتابِ رسالت ﷺ

حصار جبر میں

شعبِ ابی طالب

ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی

شعورِ حق

نئی دہلی

نام کتاب	:	شعب ابی طالب (آفتاب رسالت ﷺ حصارِ جبر میں)
مصنف	:	ڈاکٹر شاہد بدر فلاحی
صفحات	:	۱۶۰
بارِاوّل	:	اپریل ۲۰۱۸ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۱۲۵/روپے صرف
مطبوعہ	:	حامدی پرنٹ پوائنٹ، دہلی ۲۵ 9811126461
ناشر	:	شعورِ حق، نئی دہلی

GF, M-21/6&7, Sailing Club Road
Near Khalilullah Masjid
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 110025
shaurehaq@gmail.com

مشمولات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”القرآن“

قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقّاً وَقَدْ أَحْسَنَ بِیْ إِذْ أَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِکُم مِّنَ الْبَدْوِ مِن بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّیْطَانُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ إِخْوَتِیْ إِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَاءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ☆ رَبِّ قَدْ آتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِن تَأْوِیْلِ الأَحَادِیْثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ أَنتَ وَلِیِّیْ فِیْ الدُّنُیَا وَالآخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَأَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ

میرے رب نے میرے خواب کو سچ کر دکھایا اور (یہ میرے رب کا) احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا۔ حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے۔ بیشک وہ علیم اور حکیم ہے۔ اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھایا۔ زمین و آسمان کے بنانے والے تو ہی دنیا و آخرت میں میرا سرپرست ہے۔ میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔

(سورۃ یوسف۔ آیت ۱۰۰ تا ۱۰۱)

الحدیث

عَنْ اَبی هُرَیْرَ ةؓ قال "قال النَّبی صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الغَدِ یوم النَّحرِ وَهُوَ بِمنی نَحْنُ نازِلُوْن غَدًاًبِخَیْفِ بَنِی کَنَانَةَ حَیْثُ تقَاسَمُوْاعَلٰی الْکُفْرِ یَعْنِی بِذَالکَ الْمُحَصَّبَ وَ ذالک اَنَّ قُرَیْشًا وَ کَنَانَةً تخالَفَتْ عَلٰی بَنِی هَاشِمٍ وَّ بَنِی عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَوْ بَنی المُطَّلِب اَنْ لا یُناکِحُوْهُمْ وَلَا یُبَا یِعُوْهُمْ حَتّی یُسْلِمُوْا اِلَیْهِمُ النَّبی صلی اللہ علیہ وسلم.

(بخاری شریف جلد اول، باب نزول النبیؐ مکہ، باب ۱۰۰۶، حدیث ۱۴۹۶)

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ "یوم نحر کی صبح کو جب آنحضرت صلعم منیٰ میں تھے تو یہ فرمایا کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں لوگوں نے کفر کی حمایت کی قسم کھائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد محصب سے تھی۔ کیونکہ یہیں قریش اور بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کر دیں نہ ان کے یہاں نکاح کریں گے نہ ان سے خرید و فروخت کریں گے۔

نقش دیوار

ایک دودن نہیں تین سال تک مشرکین مکہ اس کوشش میں رہے کہ شعب ابی طالب میں جو لوگ محصور ہیں ان تک غلہ کا ایک دانہ یا کھجور کا ایک خوشہ بھی نہ پہنچ سکے۔ تاریخ خاموش ہے کہ کن کن ذرائع سے یہ لوگ ایسی قید کو گذار رہے تھے جس میں جیلروں کا منشا یہ تھا کہ وہ قیدی بھوک سے تنگ آ کر یا تو اعتراف شکست کر لیں یا مر جائیں۔ بچے بھوک سے بے قرار ہو کر روتے تھے تو ظالم مشرکین ان کی دردناک آوازوں سے خوش ہوتے تھے۔ نوبت یہ آ گئی تھی کہ وہ ''طلح'' جھاڑی کے پتوں اور جڑوں کو کھا کر پیٹ کی آگ بجھاتے تھے۔

(رسول عربی ﷺ، پروفیسر محمد اجمل خاں، ص ۲۲۲)

بنو ہاشم بے بس ہو کر ''شعب ابی طالب'' میں پناہ گزیں ہو گئے، گویا پورا خاندان تحریک اسلامی کے داعی کی وجہ سے ایک طرح کی قید اور نظر بندی میں ڈال دیا گیا۔ اس نظر بندی کا دور تقریباً تین برس تک طویل ہوا اور اس دور میں جو احوال گزرے ہیں ان کو پڑھ کر پتھر دل بھی پگھلنے لگتا ہے۔ درختوں کے پتے نگلے جاتے رہے اور سوکھے چمڑے ابال ابال کر اور آگ پر بھون بھون کر کھائے جاتے رہے۔

(محسن انسانیت ﷺ۔ مولانا نعیم صدیقی، ص ۲۰۶)

تصویرِ شعب

انَّ سعدًا قال: خرجت ذات ليلة لأبول ،فسمعت قعقعةً تحت البَوُل، فاذا قطعة من جلد بعيريابسة ، فأخذتها وغسلتها، ثم أحرقتهاثم رضعتهُا،وَسَفِفُتُها بالماء،فَقَوِيت بِهاثلا ثاً.

(الروض الانف۔فی شرح السیرة البنو یة لابن ھشام۔الجزء الثا لث ص ٣٥٤ السیرة النبویة۔الد کتور محمد الصلابی ص ٢٣٧، سیرت نبوی جلد اول تالیف د کتور مھدی رزق اللہ)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بتایا: ''جن دنوں میں شعب میں محصور تھا ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ ایک رات میں پیشاب کے لئے نکلا، پیشاب گرنے کی جگہ میں نے ایک آواز سنی۔ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سوکھے چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو میرے ہی پیشاب سے تر بتر تھا۔ میں نے اسے اٹھایا، اس کو پانی سے دھویا، اس کو سکھایا پھر اس کو آگ میں جلایا، پھر اسے دو پتھروں سے رگڑ کر سفوف بنایا اور اسے چٹکی بھر کھا کر پانی پی لیتا۔ اس طرح میں نے تین دن اسی چمڑے کے سفوف پر گزارہ کیا۔''

اشعار ابوطالب

ما ان جنینا من قریش عظیمة
سویٰ ان منعنا من وطی التربا
أخا ثقة للنائبات مرزا
کریما منساه لا لئیما و لا زربا

اگر ہم قریش کی طرف سے سخت مصیبت میں مبتلا کئے گئے ہیں تو یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم نے اس شخص کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے جو اس زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

وہ قابل اعتماد بھائی ہے، مصیبتوں میں جس کی پناہ لی جاتی ہے، وہ نجیب الطرفین ہے، وہ ملامت زدہ نہیں ہے اور جی حضوری کرنے والا نہیں ہے۔

(سیرت ابن اسحاق ص ۱۹۸)

فان کنتم ترجون قتل محمد
فروموا بما جمعتم نفل یذبل

فانا سنمنعه بكل طمرة

ذی میعة نهد المواكل هيكل

وكل رديني طما كعوبه

و غصب كايماض الغمامة يفصل

بايمان شم من ذؤابة هاشم

مغاوير الابطال فی كل محفل

اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے ہو تو سب کے سب اکٹھے ہو کر ضرورت سے زیادہ کوشش کرتے رہو۔

تمہاری کوشش بے فائدہ ہوگی۔ ہم لمبی ٹانگوں والے، عمدہ، مضبوط، تن ومند اور تیز رفتار گھوڑوں کے ساتھ آپؐ کا دفاع کرتے رہیں گے۔ ہر نیزے کا بھالا بلند ہوگا اور شعلہ زن ہوگا۔ جس طرح سفید بادل چمکتا ہے اور نیزوں کے بھالے ٹکڑے ٹکڑے کرتے چلے جائیں گے۔

یہ کاروائی ہاشمی سرداروں کے ہاتھوں عمل میں لائی جائے گی جو ہر محفل میں بہادروں پر غارت ڈالتے ہیں۔

(سیرت ابن اسحاق ص ۲۱۴)

ابوطالب کے شعر کے مصداق بنے

حضرت عبیدہؓ جب میدان بدر میں زخمی ہوکر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے گئے، آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں! تم نے شہادت پائی۔ حضرت عبیدہؓ نے کہا کہ آج ابوطالب زندہ ہوتے تو وہ تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

وَ نُسلِمُهُ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَولَه
وَ نُذهَلَ عَنْ اَبنَائِنَا وَ الْحَلائِلِ

''ہم محمد ﷺ کو اس وقت تک دشمنوں کے حوالے نہ کریں گے جب تک ان کے گرد لڑ کر مر نہ جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے غافل نہ ہو جائیں۔

(سیرۃ النبی ﷺ ۔ جلد اول، علامہ شبلی نعمانیؒ ص ۲۳۱)

انتساب

محصورین غزہ

اسیران فی سبیل اللہ

اور

غازیان اسلام کے نام

جو اللہ کی راہ میں سختیاں برداشت کرتے ہوئے
ثابت قدم ہیں اور اپنے رب سے دعا کر رہے ہیں

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

مدت محصوری

بائیکاٹ کی یہ دستاویز یکم محرم ۷ سنہ نبوی بمطابق ۶۱۷ سنہ ء کو لکھی گئی اور اسی دن خانہ کعبہ میں اسے لٹکا دیا گیا اس کے بعد چچا ابو طالب آل بنو ہاشم اور آل بنو مطلب کو لے کر گھاٹی میں محصور ہو گئے اور پورے تین سال تک محصور رہے۔ تین سال بعد نبوت کے دسویں سال شجعان الاحرار کی تلواروں کی چھاؤں میں گھاٹی سے نکل کر اپنے گھروں کو لوٹے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

حرفِ چند

بات اپریل ۲۰۰۳ء کی ہے جب یہ خاکسار تہاڑ جیل نمبر ۲ کے ہائی سیکوریٹی وارڈ میں 'مقیم' تھا۔ خوش قسمتی یہ تھی کہ میری چکی (Cell) میں ایک شہیدِ راہِ وفا اور دوسرا سیّد فکرِ صفا اللہ نے میری رفاقت کو بھیج رکھے تھے۔ انہی دنوں برادر انور رشید بھدوہی نے ایک رسالہ جیل کے پتہ پر بھیجا جو غالباً برادر نعمان بدر کی ادارت میں شائع ہو رہا تھا۔ اسی میں ایک مضمون سرورِ کائناتﷺ کے رہن سہن اور یومیہ معمولات پر مشتمل تھا۔ نگاہیں مضمون کے الفاظ پڑھ رہی تھیں، دماغ اس کی تصویر کشی کر رہا تھا اور دل شہِ دوعالم، سرورِ کائناتﷺ کے معمولات سے اپنے معمولات کا موازنہ کر رہا تھا۔

اچانک دل پگھلنے لگا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ لاکھ قابو پانا چاہا لیکن بے سود۔ دونوں ساتھی یہ منظر دیکھ رہے تھے لیکن کسی میں یارا نہیں تھا کہ کچھ تسلی دیتا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے احباب کی یاد میں روتے اس ساتھی کو تسلی دینے میں اپنا ہی بند ٹوٹ جائے۔ لیکن یہ کسی اپنے کی یاد میں بہنے والے آنسو نہیں تھے، یہ تو حبیبِ خداﷺ کے اختیاری فقر کو دیکھ کر دل موم ہو گیا تھا۔ ہم دشمن کی قید میں بے یار و مددگار کفر کے رحم و کرم پر رہنے کے باوجود دنیوی اعتبار سے اس شاہِ اُمم سے بہت بہتر حالت میں تھے جس کے تصرف میں کونین کی نعمتیں تھیں۔ وہ اختیاری طور پر ایک قیدی سے زیادہ تنگی میں بسر کر رہے تھے۔ لاکھوں سلام ہوں اس عظمت و رفعت پر۔ یہ خیال آتے ہی دل بالکل ہلکا ہو گیا؛ جیل کی کلفتیں کافور ہو گئیں اور اس عظیم ہستی کی یاد میں بے اختیار آنسوؤں کے حقیر نذرانے پیش ہونے لگے، کہ اس ذات نے زہد و فقر اور اللہ کے راستے میں قربانیوں کی اتنی عظیم مثالیں چھوڑی ہے کہ قیامت تک امت کی ہر مصیبت ان کے آگے ہلکی ہے۔ وہ امت جو اپنے نبی کے لیے یہ جذبہ رکھتی ہے کہ بھلے میری جان چلی جائے لیکن میرے نبیؐ کو کانٹا تک نہ چبھے، اس امت کی خیر خواہی کے لیے رسول خداﷺ نے اپنے اختیار سے کانٹوں کے بستر پر زندگی بسر کی۔ **اللھم صل علی نبینا محمد و آلہ وبارک و سلم**

لقد جاء کم رسول من انفسکم حریص علیکم عزیز علیه ما عنتم بالمؤمنین رؤوف رحیم .....الخ

وہ عقدہ کھل گیا کہ دنیا سے بے نیازی کے بغیر دنیا کو نیاز مند نہیں بنایا جا سکتا۔ حضور اکرمﷺ جس دین کو لے کر آئے تھے وہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں ہے، بلکہ ایک ایسا کانٹوں بھرا تاج ہے جس کو پہننے والا نت نئی چبھن اور خلش سے آشنا ہوتا رہتا ہے۔ حبِ دنیا کے متوالے، تعیش پسند، آرام طلب، کشاکشِ زندگی سے پہلو بچانے والے، بزدل اور ہر طاقتور کے آگے سپر انداز ہونے والوں کے لیے یہ دین نہیں اُترا۔ لا الٰہ کی ضرب ہر چھوٹے سے لے کر بڑے جھوٹے خدا پر پڑتی ہے۔ کلمہ گو پہلے ہی دن سے معلوم اور نامعلوم دشمنوں کی ایک ایسی کھیپ پیدا کر لیتا ہے جو اس کے ایمان کو ختم کرنے سے کم پر راضی نہیں۔ اعلانِ شہادت کے ساتھ ہی ان کی ریشہ دوانیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

آزمائشوں کے تنور بھڑکائے جاتے ہیں۔اہل ایمان کی چیخیں باطل کے قہقہوں میں دبادی جاتی ہیں۔ان کے جان، مال،عزت ووقار کوروندااور کچلا جاتا ہے۔تپتی ریت پر گھسیٹ کرانگاروں پرلٹانے کے باوجودان کے شریرنفس آسودہ نہیں ہوتے۔اور یہ سب کچھ اللہ رب العزۃ کے علم اوراس کی نگہبانی کے باوجودہوتا ہے۔

کیونکہ اللہ رب العالمین اپنے بندوں کے دعوۂ ایمان کوآزمانا چاہتا ہے کہ وہ سچے ہیں اورواقعی غیب پر ایمان لائے ہیں یابس یونہی رواروی میں اظہارایمان کربیٹھے ہیں۔چنانچہ جب سطحی ایمان پرآزمائش آتی ہے تووہ چیخ اٹھتا ہے کہ وعدہ تو قیصروکسری کے کنگن کا تھااورحالت یہ ہے کہ ہم اجابت کے لیے جانے سے بھی معذور ہیں۔جبکہ حقیقی اہل ایمان آزمائشوں کے گرداب کودیکھ کرپکاراٹھتے ہیں:''یہی توہے جس کا اللہ اوراس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔اورسچ ہی بتایا تھا اللہ اوراس کے رسول نے''۔

حضوراقدس ﷺ نے قوم کے بہترین فرد ہونے ؛ اعلی نسب ہونے ؛ وجیہ وشکیل ہونے ؛ اعلی کردار ہونے ؛ افصح اللسان ہونے ؛ صادق وامین ہونے کے باوجود پہلے دن سے تہمتیں اٹھائیں،جھٹلائے گئے،طنز کے تیر پھینکے گئے،سب وشتم کیا گیا،جسم اطہر پرغلاظت پھینکی گئی،حالت سجدہ میں اوجھ رکھ دی گئی،ساتھیوں کوتپتی ریت پر گھسیٹا گیا،شرم گاہوں میں نیزہ چبھوکرشہید کردیا گیا،طائف کی گلیوں میں لہولہان ہوئے،میدانِ جنگ میں زخمی ہوئے،سیکڑوں ساتھیوں کوقربان ہوتے دیکھا،بادشاہی میں بوریانشینی کی،مال ہوتے ہوئے فقروفاقہ کی زندگی بسر کی اورمسکینی کواپنا شعار بنایا تاکہ قیامت تک آنے والا امتی جب جب آزمائش کی بھٹی میں تپایا جائے تواپنے نبی کی زندگی دیکھ کراسے مہمیز ملےاورکانٹوں بھری راہ پربھی سرپٹ دوڑتا چلا جائے۔

آپ ﷺ کی زندگی کاایک ایساہی پڑاؤ شعبِ ابی طالب ہے جہاں آپ ﷺ نے اپنے خاندان اور احباب کے ساتھ تین سالہ طویل ترین اختیاری قید کے دن گذارے۔جان کا خطرہ،کاروبار کی تباہی،معاشرتی بائیکاٹ،فاقے اورمسلسل فاقے،اجتماعی تعذیب،بچوں کی چیخیں اور ماؤوں کی بے کلی،گھات میں دشمن،اس کے باوجود پوری پامردی سے اپنے مشن پرقائم یہاں تک کہ اللہ کی غیب سے مدد آئی اورخوددشمنوں میں انتشار رہوا۔ایک ایساپڑاؤ جوقدم قدم پررہروِشوق کے لیے مہمیز کاسامان رکھتا ہے۔مگرجب سیرت کی کتابیں خصوصاًاردوزبان میں اٹھا کردیکھیں تواس طویل ترین آزمائش کا ذکربس سرسری انداز میں پایا۔بلکہ متشککین کے ایک گروہ نے تونفس واقعہ پرہی سوال کھڑے کردیے۔ایسے میں برادرشاہد بدر نے عزم کیا کہ سیرت کے اس پہلو سے اردوداں طبقہ کو بالتفصیل روشناس کرایا جائے تاکہ مختلف حصاروں میں گھری اس امت کو وہ ایندھن فراہم ہوسکے جو ان کو استقامت بھی مہیا کرےاورآگے کے سفر کے لیےقوت بھی فراہم کرے۔میں نے اس کتاب کوکئی بار پڑھااورمیرا احساس یہ ہے کہ یہ شاہد بھائی کا ہی نصیبہ تھا کہ اللہ کی مدد سے انہوں نے ایک گراں قدر تحقیقی تصنیف کووجود بخشا۔ اللہ تعالی ان کی اس کوشش کوقبول فرمائے اورملت کے جیالوں کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنی ہر پریشانی میں آقاءِ نامدار سیدنا محمد ﷺ کے اسوہ کوسامنے رکھیں۔ان شاءاللہ ہر پریشانی ہیچ ہوجائے گی اورمنزل آسان تر۔ یٰسٓ فلاحی

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

میں تہاڑ سینٹرل جیل نئی دہلی، ہائی سیکورٹی وارڈ میں قید تھا (مدت اسیری ۲۸ر ستمبر ۲۰۰۱ء تا ۷راپریل ۲۰۰۴ء) ایک قیدی کی روزانہ کی خوراک ۴ر روٹی، سبزی اور دال یا روٹی کے بدلے چاول، دال اور سبزی تھی۔ ہم لوگ روٹی اور چاول ایک ساتھ شریک کر کے کھانے کے عادی تھے لیکن یہاں یہ آزادی میسر نہ تھی۔ روٹی درمیانہ سائز کی کنارے کنارے کچّی رہ جاتی تھی۔ جسے مجبوراً توڑ کر الگ کرنا پڑتا تھا، توڑ کر الگ کردینے کے بعد بیچ کا حصہ ہی روٹی کے نام پر بچتا تھا۔ دال اکثر ڈھینچے کی (یہ مونگ کی شکل کا ہوتا ہے، جسے ہمارے یہاں جانور بھی رغبت سے نہیں کھاتے) اس دال کے ڈول سے الگ ڈھنگ کی مہک آتی تھی جس کی مہک سے ہی بھوک غائب ہو جاتی تھی۔ سبزی اکثر ''سیتا پھل'' کی ملتی تھی جسے ہمارا ہیڈ وارڈ رام پھل تقسیم کراتا تھا، اس سبزی کو کوئی بھی کھا نہیں پاتا تھا۔

ڈھینچے کی دال... سیتا پھل کی سبزی اور روٹی کا تھوڑا سا بچا ہوا حصہ۔۔ ہر وقت بھوک ستائے رہتی تھی۔ چائے پینے کا عادی تھا۔ جیسے ہی جیل کا ''مشقتی'' چائے لے کر آتا ایک پلاسٹک کا گلاس سلاخوں کے پیچھے سے باہر کر دیتا تھا، جس میں گرم گرم چائے کے نام پر کوئی مشروب وہ انڈیل دیتا تھا۔ جس کے پہلے ہی گھونٹ سے دماغ میں بسا ہوا چائے کا پر کیف تصور کافور ہو جاتا تھا۔

اٹھتے بیٹھتے بھوک... سوتے جاگتے بھوک... لیکن کھانا بالکل وقت پر ملتا تھا اور اسے لینا بھی ضروری تھا۔ اگر کبھی کسی نے ضد میں آ کر کھانا لینے سے انکار کر دیا تو جیل کے ذمہ داران زبردستی وہی کھانا کھلاتے تھے۔ اس جیل میں باوجود خرابی کے ہر قیدی کو دو وقت وہی کچھ ملتا تھا جسے بمشکل ہی صحیح انسان کھا پاتا ہے۔

یہ جیل ہے، ہزار سختیوں کی جگہ۔ سیل کے دو آہنی دروازوں کے بعد بلاک کا آہنی دروازہ، اس کے بعد وارڈ، اس کے بعد جیل کے دو بڑے مضبوط آہنی دروازے۔ ۶ ر آہنی قفل و دروازوں اور اونچی فصیل کے اندر ہمیں قید کیا گیا تھا۔ اللہ کی خاطر، اللہ کی راہ میں....!

لیکن

''وہاں''.....ایسی کوئی اونچی فصیل، آہنی قفل و دروازہ نہ تھا۔ وہاں کے محصورین اس غیر مرئی دیوار کو علاوہ ''حرام مہینوں'' کے پھلانگ نہیں سکتے تھے۔ ان میں سے صرف چند ہی اشیائے ضروریہ کے لئے گھاٹی سے باہر نکلا کرتے تھے لیکن وہ کچھ بھی خرید نہ پاتے تھے...ان کے لئے قیمتیں اس قدر بڑھا دی جاتی تھیں کہ وہ مجبوراً خالی ہاتھ لوٹ جایا کرتے تھے...کھانے پینے کی اس قدر قلت کہ ماؤں کے سینوں میں دودھ خشک ہوگیا تھا۔ بچے بھوک سے بلک بلک کر نڈھال ہو جاتے تھے۔ بچوں کے رونے کی آواز گھاٹی سے دور.... بہت دور تک سنائی دیتی تھی۔ ان تک کھانا تو دور پانی تک کی رسد بھی روک دی گئی تھی۔ مجبور ہو ہو کر وہ ''طلح'' کے پتے کھاتے تھے۔ درختوں کی چھال چباتے تھے۔ چمڑے پانی میں بھگو کر چوستے تھے کہ پیٹ کی آگ تو بجھ جائے۔ درختوں کے پتے کھانے کی وجہ سے پاخانہ مینگنی کی طرح ہوگیا تھا۔ وہ ''مقاطعہ'' (بائیکاٹ) کی وجہ سے ایسے بے بس بنا دئے گئے تھے کہ آج کے قید خانے ہیچ ہیں۔ آج کی جیلوں میں بچوں کی جیل الگ ہے۔ شیر خوار بچے اگر اپنی ماں کے ساتھ جیل میں ہیں تو ان کی خورد و نوش کا انتظام الگ ہے۔ بوڑھوں کے لئے بھی کچھ رعایت ہے لیکن وہاں تو نوزائدہ سے لے کر پچاسی سال کے بوڑھے کے لئے ایک ہی طرح کا ظلم روا رکھا گیا تھا۔ یا تو سب کے سب بھوکے مر جائیں یا محمد ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کے لئے حوالے کر دیں.... یہ تو گوارا تھا کہ بھوکے مر جائیں لیکن محمد ﷺ کو قتل کے لئے حوالہ کر دینا صاف توہین تھی...نا قابل برداشت تھا۔

''محصورین شعب'' اور وہاں کی سختیاں جب ذہنوں میں تازہ ہونے لگیں تب یہ جیل اور اس کی اذیتیں ہیچ نظر آنے لگیں۔ جب جب اس جیل میں اذیت کا احساس ہوتا تو ذہن میں

محصورین شعب کی یادیں تازہ کر لیتے۔

اگر ''محصورین شعب ابی طالب'' کی تفصیلات جمع کر دی جائیں تو اسیران فی سبیل اللہ کے لئے ایک بہترین توشہ ہوگا۔ ان کے لئے یہ تکالیف آسان لگنے لگیں گی۔ دل میں یہی کرب دبائے ہوئے تھا جب ''سرگزشتِ عافیہ وامعتصماہ'' سے فارغ ہوا۔ ''شعب ابی طالب'' پر لکھنے کے لئے ہمت باندھی۔ اللہ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ اس بابرکت کام میں میری ہر جانب سے مدد فرما۔ یہ عظیم کام میرے لئے آسان کر دے۔ آمین! یوں دعا اور بسم اللہ کے ساتھ ۱۴۳اگست/۲۰۱۶ء کو اس مبارک کام کا آغاز ہوا۔

اس موضوع پر مواد جمع کرنے لگا۔ سیرت پاکﷺ پر اردو عربی کی اہم کتابوں میں شعب ابی طالب کی تفصیلات کو پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ میری بڑی خوش نصیبی ہے کہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ سے بہت قریب ہوں، جہاں بحمد للہ اہم کتابوں کا بڑا ذخیرہ ہے۔ کتابوں سے تلاش کیا اور پڑھنے لگا۔ اب انہی مواد کو اپنی مطالعہ کی میز پر لانا تھا۔ میرا بیٹا عزیزی عمار شاہد گرمیوں کی تعطیل میں علیگڑھ سے گھر آیا ہوا تھا۔ اس نے ان تمام کتابوں کو اپنے موبائیل کے کیمرے کی مدد سے میری میز تک پہنچا دیا۔ اب میں پوری یکسوئی سے مطالعہ میں غرق ہو گیا۔ میرے دل پر آہستہ آہستہ وہی کیفیات طاری ہونے لگیں۔ میرے دل کے کان ''محصورین شعب'' کے بچوں کے رونے کی چیخیں سننے لگے تھے اور میں خود کو اسی وادی میں محسوس کرنے لگا تھا۔

میرے دوست کی ہر گام پہ حوصلہ افزائی شامل تھی۔ ''ان شاءاللہ یہ مشکل کام اللہ پاک تم سے لے لیں گے''۔ میرے عزیز دوست نے اپنا تاثر بیان کیا: ''میں ایک دن غسل کر رہا تھا۔ پانی کا فوارہ سر پر بوندیں برسا رہا تھا اور میری آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہو رہی تھی، جیسے میں اشکوں میں نہا گیا تھا۔ بہت دیر تک ''محصورین شعب ابی طالب'' کی یاد آتی رہی۔ وہ کتاب جواب تک منظر عام پر نہیں آئی، صرف تذکرہ میں ہے اس نے مجھے اس قدر متأثر کر دیا ہے۔......'' میرے دوست کی محبت اور حوصلہ افزائی میرے لئے مہمیز کا کام کرتی رہی۔

میں برادر محترم جناب ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی سے اس موضوع پر رہنمائی کے لئے ملاقاتیں کرتا تھا جن کی رہنمائی میرے لئے بہت قیمتی ثابت ہوئی، اللہ محترم کو جزائے خیر دے۔

میں محترم مولانا عمیر الصدیق ندوی دریابادی سینئر رفیق دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں کہ انھوں نے بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی نیز دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی سے استفادہ کتب میرے لئے حد درجہ آسان کر دیا۔

ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی صاحب اسسٹنٹ پروفیسر ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کا مقالہ بعنوان ''شعب ابی طالب میں محصوری'' میرے مطالعہ میں رہا۔اس سے مجھے کافی رہنمائی ملی۔میں نے محترم سے بذریعہ فون کئی بار اس موضوع سے متعلق مشورہ کیا۔انھوں نے بڑی خوش دلی سے فون پر ہی اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔میری حوصلہ افزائی فرمائی۔اس موضوع پر استفادے کی غرض سے میں ۱۹ر جنوری بعد عشاء محترم سے ملاقات کیلئے انکی رہائش گاہ جامعہ ملیہ یونیورسٹی دہلی گیا۔انھوں نے بڑی وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس موضوع سے متعلق جو کچھ بھی انکے پاس مواد تھا وہ سب ہمیں فراہم کر دیا۔میں محترم کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں، اللہ انھیں اجر کثیر سے نوازے۔آمین

اس موضوع پر دوران مطالعہ بعض گتھیاں اشعار ابوطالب کے مطالعہ سے سلجھی ہیں۔ میں نے بطور خاص اشعار ابو طالب کا مطالعہ کیا۔میں نے اصل موضوع سے متعلق کسی بھی ضروری تفصیل سے صرف نظر نہیں کیا ہے لیکن ایسی تفصیلات جن کا اس موضوع سے دور کا واسطہ تھا اس میں حد درجہ اختصار سے کام لیا ہے۔

مطالعہ وغور وفکر کرتا رہا اور اللہ سے دعائیں کرتا رہا بحمد للہ راہ آسان ہوئی اور اللہ نے یہ مشکل کام لے لیا۔

عشاق اسلام اور ''رہروان شوق'' کے لئے ''شعب ابی طالب'' میں بڑا درس ہے۔ ہم تمام اس تین سالہ دور محصوری کو پڑھیں اور خود کو تیار رکھیں کہ ہمیں ہر حال میں صبر وثابت قدمی

کا مظاہرہ کرنا ہے۔ ہر حال میں اللہ سے ہی امید قائم رکھنی ہے۔ اگر ہم نے خود کو اللہ کے حوالے کیا ہے تو یہ یقین رکھیں کہ اللہ ہمیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ کسی پر اس کی سکت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا۔ آزمائش کے بعد ایسے راستوں سے اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے جس طرف بندے کا ذہن بھی نہیں جاتا۔ وہ ''معاہدۂ مقاطعہ'' جو غیر متعینہ مدت کے لئے تھا، شرائط بڑی سخت تھیں، جب اللہ کے یہاں مقررہ آزمائش کی مدت پوری ہوئی تو اللہ نے بہ ظاہر بے وقعت نظر آنے والے حقیر کیڑوں ''دیمک'' کے ذریعہ ظالمانہ عبارت کو ختم کرادیا۔ دوسری طرف انہیں کفار کے اندر سے ایسے جیالے پیدا فرمادئے جنہوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو پھاڑ کر کے محصورین کی اس شان سے واپسی کرائی کہ منظر دیکھ کر مخالفین کے دل دہل اٹھے۔

اس موضوع پر مطالعہ کرتے وقت اور لکھتے وقت میرے سامنے وہی لوگ رہے ہیں جو اللہ کی راہ میں اسیری، محصوری اور دربدری کے دن کاٹ رہے ہیں۔ انہیں اس کتاب کے مطالعہ سے حوصلہ ملے گا۔ ان شاء اللہ! وہ صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔ اپنے وقت کو ہرگز ضائع نہ کریں۔ اللہ سے خیر اور بھلائی کی امید کے ساتھ صبر و ثابت قدمی کے ساتھ ان اوقات کو گذاریں۔ بلاشبہ اللہ محسنین کے اجر کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

میں نے اس موضوع پر مواد جمع کرنے، غور وخوض کرنے، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ میں ۱۸/ ماہ سے زائد کا عرصہ لگایا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ سیرت پاک ﷺ کے ایک مخصوص گوشہ کے مطالعہ میں اتنے ایام گزرے ہیں۔ الحمد للہ میں خود کو خوش نصیب سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اسے میری بخشش ونجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین!

وما توفیقی الا باللہ

طالب دعا

شاہد بدر منجو بھا اعظم گڑھ

Mobile:9936205756

shahid.badrfalahi@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام وادیٔ مکہ میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کو بے آب وگیاہ صحرا میں اللہ کے گھر کے پاس لا بسایا۔ اور رب کے حضور دعا فرمائی رَبَّنَا إِنِّیْ أَسْکَنتُ مِن ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِندَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُواْ الصَّلاَۃَ[1] پروردگار میں نے اپنی ذریت کو اس وادی غیر ذی زرع میں تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے تاکہ یہ نماز قائم کریں۔

اللہ پاک نے شیر خوار حضرت اسمعیلؑ کے لئے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔...اور پھر باپ بیٹے نے مل کر اللہ کے گھر کی دوبارہ تعمیر کی۔ جس وقت یہ دونوں باپ اور بیٹے اللہ کے گھر کی تعمیر میں مصروف تھے، ان کی زبان پر رب کے حضور یہ دعا جاری تھی وَإِذْ یَرْفَعُ إِبْرَاہِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَإِسْمَاعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (127) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِن ذُرِّیَّتِنَا أُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ وَأَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا إِنَّکَ أَنتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (128) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْہِمْ رَسُولاً مِّنْہُمْ یَتْلُو عَلَیْہِمْ آیَاتِکَ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْہِمْ إِنَّکَ أَنتَ العَزِیْزُ الحَکِیْمُ[2]

''اور یاد کرو ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کو جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے: اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے تو سب کی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے! رب ہم دونوں کو اپنا مسلم بنا۔ ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرما۔ تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم

---

[1] الابراہیم: ۳۷ [2] البقرہ : ۱۲۷تا۱۲۹

فرمانے والا ہے۔اور اے ہمارے رب ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھائیو جو انہیں تیری آیات سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے"

اللہ کا گھر زمین پر قائم تھا۔زمزم کا چشمہ جاری تھا لیکن آہستہ آہستہ دین حنیف کی لو مدھم ہوتے ہوتے بجھ گئی۔خانہ کعبہ بتوں سے بھر دیا گیا۔لوگ صراط مستقیم کو چھوڑ بیٹھے اور کفر و جہالت کی تاریکی میں ڈوب گئے۔

کفر کا غلبہ تھا۔ظلمت کا راج تھا۔ہر طرح کی جہالتیں عروج پر تھیں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو مکہ کے معزز قبیلہ قریش میں پیدا فرمایا۔آپ ﷺ کا سلسلہ نسب ہے:**محمدؐ بن عبدلله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مره بن کعب بن لوی بن غالب بن فهر بن مالک بن نضر بن کنانه بن خذیمه بن مدرکه بن الیاس بن مضر بن نضار بن معاد بن عدنان** [۱]

قریش کی وجہ تسمیہ

ہشام بن محمد اپنے والد سے راویت کرتے ہیں کہ قریش کی وجہ تسمیہ فقط یہ ہے کہ فہر کے تینوں بیٹوں میں دو تو ایک ماں سے تھے....اور ایک دوسری ماں سے تھا.یہ سب جدا جدا ہو کر مکہ میں الگ الگ فروکش تھے۔کچھ زمانے تک یہی حال تھا مگر کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ یہ باہم مجتمع ہو گئے۔بنی بکر نے اسی پر کہا۔**لقد تقرش بنو جندله** "جندلہ کی اولاد نے پھر" تقرش "یعنی اجتماع کرلیا۔فہر بن مالک کی بیوی کا نام جندلہ بنت عامر تھا۔اہل عرب میں طریق خطابت یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی ماں کی طرف بھی نسبت کرتے تھے۔[۲]

قریش کا قبیلہ نبیؐ کے جداعلیٰ قصی بن کلاب کے زمانے تک حجاز میں منتشر تھا۔قصی

---

[۱] الفصول فی سیرۃ الرسول الجزء الثانی ص ۱۱۴۔ [۲] طبقات ابن سعد ج اول مترجم علامہ عبداللہ العمادی ص ۷۹

نے ان تمام کو مکہ میں جمع کیا اور بیت اللہ کی تولیت اس قبیلہ کے ہاتھ میں آ گئی۔وہ خوش حال ہو گئے اور انہیں عزت و وقار حاصل ہو گیا۔اس آیت میں یہی اشارہ ہے:

اَلَّذِی اطعمهم مِنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِنْ خَوف ”جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔“ [۱]

قصی نے اعلیٰ درجے کے تدبر سے مکہ میں ایک شہری ریاست کی بنیاد ڈالی۔قریش کے بکھرے ہوئے خاندانوں کو مکہ کے پاس لا بسایا۔اطراف عرب سے آنے والے حاجیوں کی خدمت کا بہترین انتظام کیا جسکی بدولت رفتہ رفتہ تمام علاقوں میں قریش کا اثر ورسوخ قائم ہوتا چلا گیا۔قصی کے بیٹوں میں عبد مناف کو زیادہ ناموری حاصل ہوئی۔عبد مناف کے ۴ بیٹوں میں ہشام نے تجارتی اسکیم بنائی اور اپنے باقی تینوں بھائیوں کو شامل کیا۔شام کے غسّانی بادشاہ سے ہشام نے ،حبش کے بادشاہ سے عبد شمس نے ،یمنی امراء سے مطلب نے ،اور عراق وفارس کی حکومتوں سے نوفل نے تجارتی مراعات حاصل کیں۔تجارتی خوش حالی سے قریش میں تعلیم کا خوب رواج ہوا۔عرب کے کسی اور قبیلے میں اتنے پڑھے لکھے لوگ نہ تھے جتنے قریش میں تھے۔

آپؐ نے فرمایا: **”قریشٌ قادةُ الناس“** [۲] قریش لوگوں کے لیڈر ہیں۔

آپؐ نے فرمایا:

”پہلے عرب کی سرداری قبیلہ حمیر والوں کو حاصل تھی پھر اللہ تعالیٰ نے وہ ان سے سلب کر کے قریش کو دے دی۔“ [۳]

ان مناصب کی تفصیلات جو آپ ﷺ کی بعثت کے وقت قریش نے باہم تقسیم کر رکھے تھے۔

منصب	منصب کی تفصیل	کس خاندان کو	آپؐ کے زمانے میں کون تھا
حجابۃ	کعبہ کی کلید برداری اور تولیت		عثمان بن طلحہ

[۱] (سورۃ قریش۔آیت نمبر ۴۔
[۲] مسند احمد۔بحوالہ تفہیم القرآن ج ششم۔۴۷۶۔
[۳] ایضاً ص ۴۷۵

رفادہ	غریب حجاج کی خبر گیری	خاندان نوفل	حارث بن عامر
سقایہ	حجاج کے پانی پلانے کا انتظام	خاندان ہاشم	حضرت عباسؓ
مشورہ		خاندان اسد	یزید بن ربیعہ الاسود
دیات ومغارم	خوں بہا کا فیصلہ کرنا	خاندان تیم	حضرت ابوبکر صدیقؓ
عقاب	علمبرداری	خاندانِ امیہ	ابوسفیان
قبتہ	خیمہ وخرگاہ کا انتظام اور سواروں کی افسری	خاندان مخزوم	ولید بن مغیرہ
سفارت و منافرت	سفیر ہو کر جانا جن قبیلوں میں نزاع ہو جائے اس کا فیصلہ کرنا	خاندان عدی	حضرت عمرؓ
ازلام وایسار	محکمہ فال کا انتظام کرنا	خاندان جمح	صفوان ابن امیہ
اموال	مہتمم خزانہ	خاندان سہم	حارث بن قیس[1]

سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری آل بنو ہاشم کی تھی۔اس لئے اس خاندان کو بڑی عزت حاصل تھی۔آپ ﷺ اسی خاندان میں پیدا ہوئے۔آپ ﷺ یتیم تھے۔ دادا عبدالمطلب نے اپنی آغوش میں پالا۔آٹھ سال کی عمر سے ہی چچا ابوطالب نے پالا۔چچا کا سایہ یقیناً سایۂ عاطفت تھا۔انہوں نے کبھی یتیمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔

آپ ﷺ کی بے داغ جوانی، انصاف پروری، حق گوئی، ایمان داری، وعدے کا ایفاء نیز نیکی کے ہر کام میں پیش پیش رہنا یہ سب آپ کی نمایاں خوبیاں تھیں۔مکہ کی انتہائی شریف،

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ جلد اول ص ۱۵۰

سلیقہ شعار اور دولت مند خاتون حضرت خدیجہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔ اللہ نے حضرت خدیجہؓ کے ذریعہ آپؐ کو غنی کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ کی رفاقت نے آپ کو ہر موقع پر تقویت دی۔ جب آپ ﷺ غار حرا سے گھبرائے ہوئے گھر آئے کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے تو حضرت خدیجہؓ نے برملا آپ کی ان خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: کَلّا وَاللّٰہِ لا یُخزِیکَ اللّٰہُ اَبَدًا (ہرگز نہیں اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا۔) اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحَمَ (آپ صلہ رحمی کرتے ہیں)و تَحمِلُ الکَلَّ (اور لوگوں کا بوجھ برداشت کرتے ہیں)و تَکسِبُ المَعدُوْمَ (جن کے پاس کچھ نہیں ہے ان کو کما کر دیتے ہیں)وَ تُعِینُ عَلٰی نَوَائِبِ الحَق (اور حق کے معاملہ میں آپ لوگوں کی مدد کے لئے تیار رہتے ہیں۔)[1]

سب سے پہلے آپ ﷺ کی تصدیق کرنے والی اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ ہیں ۔ بچوں میں حضرت علیؓ، غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور بڑوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔ ان کے بعد حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عثمانؓ غنی، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت طلحہؓ مسلمان ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عثمانؓ بن مظعون، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد، حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم ایمان لائے۔ انہی ایام میں حضرت بلالؓ، حضرت خبابؓ بن ارت، حضرت صہیبؓ رومی، حضرت عمارؓ بن یاسر، ان کی ماں حضرت سمیہؓ اور ان کے والد حضرت یاسرؓ مسلمان ہوئے۔

آپ ﷺ کی دعوت آہستہ آہستہ خاموشی سے جاری رہی اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے۔ خاموش دعوت کا یہ عرصہ تین سال پر محیط ہے۔ اللہ نے آپؐ کو حکم دیا کہ اپنے اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ ﷺ نے اپنے خاندان کو کھانے پر مدعو کیا۔ تقریباً تیس لوگ جمع ہوئے جب وہ تمام کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے تقریر کی "اے بنوعبدالمطب میں تم لوگوں کی طرف خاص طور پر اور تمام لوگوں کی طرف عام طور پر بھیجا گیا ہوں پس تم میں

---

[1] محاضرات فقہ۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی ص ۲۱۹

سے کون میرے قرضوں اور میرے وعدوں کی ذمہ داری میری طرف سے لیتا ہے، میرے اہل میں میرا قائم مقام بنتا ہے اور وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری بار اسی بات کو دہرایا تو کوئی آپ کا ساتھ دینے کے لئے نہیں اٹھا۔ حضرت علیؓ کھڑے ہوئے "**فقال علی انا یا رسول الله . فقال انت یا علی . انت یا علی**" حضرت علیؓ نے کہا میں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپؐ نے فرمایا تم اے علیؓ... تم اے علیؓ![1]

جب آیت "**اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ وَ رَھۡطَکَ مِنھم المخلصین**" نازل ہوئی "اپنے قریبی رشتہ داروں اور اپنے قبیلے کے مخلص لوگوں کو ڈراؤ" تو نبی ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر بآواز بلند قریشی قبائل کو پکارنا شروع کیا۔ اے بنی فہر! اے بنی عدی! اے بنی کعب! اے ابن لوی! اے بنی مرہ! اے آل قصی! اے بنی عبد مناف! اے بنی عبد شمس! اے بنی ہاشم! اے آل عبدالمطلب! اسی طرح قریش کے ایک ایک قبیلہ اور خاندان کا نام لے کر آپؐ نے آواز دی۔ سب لوگ وہاں پہنچ گئے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ "بتاؤ اگر تمھیں میں اس بات کی خبر دوں کہ اس وادی میں ایک لشکر جرار تم پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بالکل تیار کھڑا ہے تو کیا تم میری بات کو تسلیم کرو گے؟" ان سب لوگوں نے کہا: "ہاں! ہم نے آپ ﷺ کو اپنے تجربہ میں ہمیشہ سچا اور راست گو ہی پایا ہے"۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمھیں سخت عذاب سے خبردار کرتا ہوں"۔ اس پر ابولہب بولا: "تیرا ستیاناس ہو جائے۔ کیا تو نے اسی لئے ہم کو جمع کیا تھا؟"[2]

آپ ﷺ کی دعوت سے آہستہ آہستہ مخالفت بڑھنے لگی۔ ابتداءً کفار نے اہل ایمان کا مذاق اڑانا، ان پر جملے کسنا اور ان کو چڑھانا شروع کر دیا۔ وہ مومنوں پر ہنستے تھے۔ ان کے پاس سے گذرتے تھے تو آنکھیں مارتے تھے اور جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے یہ گمراہ لوگ ہیں۔

کفار اہل ایمان کو ستانے لگے۔ مار پیٹ کرنے لگے۔ آزمائشیں بڑھ گئیں۔ کفار کے

[1] رواہ البزار بحوالہ پیغمبر انقلاب ص ۱۰۸۔ [2] بخاری جلد دوم کتاب التفسیر باب قوله و انذر عشیرتك ... تفہیم الاحادیث جلد دوم ص ۶۵ ص ۴۷۵

تمام مصائب وشدائد کے مقابلہ میں آپ کو صبر کی تلقین کی گئی اور اخلاق حسنہ کا ہتھیار دیا گیا۔

''نبی ﷺ کے سامنے اس وقت جو سوال سخت پریشان کن بنا ہوا تھا وہ یہ تھا کہ جب اس دعوت کی راہ میں ایسے سنگ گراں حائل ہیں تو ان چٹانوں سے تبلیغ کا راستہ آخر کیسے نکالا جائے؟ اس سوال کا حل آپ کو یہ بتایا گیا کہ یہ نمائشی چٹانیں بظاہر بڑی سخت نظر آتی ہیں مگر اخلاق حسنہ وہ ہتھیار ہے جو انہیں توڑ کر اور پگھلا کر رکھ دے گا۔ صبر کے ساتھ اس سے کام لو اور جب کبھی شیطان اشتعال دلا کر کسی دوسرے ہتھیار سے کام لینے پر اکسائے تو خدا سے پناہ مانگو'' [۱]

مکہ کے ان سخت ترین حالات میں اللہ پاک کی طرف سے آپ کو صبر کی تلقین کی گئی

فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ [۲] پس اے نبی صبر کرو اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اپنے قصور کی معافی مانگو۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ [۳]

پس اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو اور مچھلی والے (نبی) کی طرح نہ ہو جاؤ جب اس نے پکارا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا [۴] اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ۔

الگ ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے مقاطعہ کر کے اپنی تبلیغ بند کر دو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے ان کے منہ نہ لگو ان کی بیہودگیوں کو بالکل نظر انداز کر دو اور ان کی کسی بدتمیزی کا جواب نہ دو۔ پھر یہ احتراز بھی کسی غم، غصہ اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ نہ ہو بلکہ اس طرح کا احتراز ہو جس طرح ایک شریف کسی بازاری آدمی کی گالی سن کر اسے نظر انداز کر دیتا ہے اور دل پر میل نہیں آنے دیتا''۔ [۵]

اہل ایمان کو تمام ترسختیوں کا صبر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ترغیب دلائی جا رہی ہے۔

---

[۱] حم سجدہ تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۴۳۸۔ [۲] المومن ۵۵۔ [۳] القلم: ۱۴۸۔

[۴] المزمل: ۱۰۔ [۵] المزمل حاشیہ نمبر ۱۱، تفہیم القرآن جلد ۶ ص ۱۲۹

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَاب

صبر کرو بے شک صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔[۱]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید صبر کی تلقین فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ : پس اے نبی صبر کرو جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے اور ان کے معاملہ میں جلدی نہ کرو۔[۲]

''جس طرح تمہارے پیشرو انبیاء اپنی قوم کی بے رخی، مخالفت، مزاحمت اور طرح طرح کی ایذا رسانیوں کا مقابلہ سالہا سال تک مسلسل صبر اور انتھک جد و جہد کے ساتھ کرتے رہے اسی طرح تم بھی کرو اور یہ خیال دل میں نہ لاؤ کہ یا تو یہ لوگ جلدی سے ایمان لے آئیں یا پھر اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کر دے''۔[۳]

مکہ کے حالات اس وقت اس قدر آزمائشی تھے کہ اپنے ایمان کا اظہار کرنا بھی بہت سخت اور مشکل کام تھا۔ اس شدت کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے کیا جا سکتا ہے۔

''اس وقت حالت یہ تھی کہ جو شخص بھی مسلمان ہونے کا اظہار کرتا تھا اسے یکا یک یہ محسوس ہوتا تھا کہ گویا اس نے درندوں کے جنگل میں قدم رکھ دیا ہے جہاں ہر ایک اسے پھاڑ کھانے کو دوڑ رہا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر جس نے اسلام کی تبلیغ کے لئے زبان کھولی اس نے تو گویا درندوں کو پکار دیا کہ آؤ اور مجھے بھنبھوڑ ڈالو۔ ان حالات میں فرمایا گیا ہے کہ کسی شخص کا اللہ کو اپنا رب مان کر سیدھی راہ اختیار کر لینا اور اس سے نہ ہٹنا بلاشبہ اپنی جگہ بڑی اور بنیادی نیکی ہے لیکن کمال درجہ کی نیکی یہ ہے کہ آدمی اٹھ کر کہے کہ میں مسلمان ہوں اور نتائج سے بے پروا ہو کر اللہ کی بندگی کی طرف خلقِ خدا کو دعوت دے اور اس کام کو کرتے ہوئے اپنا عمل اتنا پاکیزہ رکھے کہ کسی کو اسلام اور اس کے علم برداروں پر حرف رکھنے کی گنجائش نہ ملے''۔[۴]

۱۔ الزمر: ۱۰۔ ۲۔ الاحقاف: ۳۵۔ ۳۔ سورہ احقاف، حاشیہ ۳۷۔ تفہیم القرآن جلد چہارم

۴۔ سورہ حٰمٓ سجدہ، حاشیہ ۳۶۔ تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۴۵۶۔

قریش کی وجوہ مخالفت

قریش کی ساری عزت وتوقیر خانۂ کعبہ سے وابستہ تھی ۔اس گھر کے وہ مجاور اور کلید بردار تھے۔خانہ کعبہ میں تین سوساٹھ بت تھے۔اسلام بت پرستی کا مخالف اور ایک اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہے ۔ایسی صورت میں کفاران قریش کو اپنی چودھراہٹ خطرہ میں پڑتی محسوس ہورہی تھی ۔اس لئے وہ اسلام کی دعوت کی پرزور مخالفت کررہے تھے۔مزید ایک سبب بنو ہاشم اور بنوامیہ میں خاندانی رقابت کا معاملہ ہے۔آنحضرتﷺ کی نبوت کو خاندان بنوامیہ اپنے رقیب بنو ہاشم کی فتح خیال کرتا تھا اور دوسرا قبیلہ جو بنو ہاشم کی برابری کا دعوی کرتا تھا،وہ بنو مخزوم تھے۔چنانچہ ان دوقبائل نے رسولﷺ کی سب سے زیادہ مخالفت کی۔ولید بن مغیرہ اسی خاندان بنومخزوم کا رئیس تھا۔ابوجہل کی تقریر اس کی تصدیق کرتی ہے۔

''ابوجہل نے کہا ہم اور بنوعبد مناف یعنی آل ہاشم ہمیشہ حریف مقابل رہے۔انہوں نے مہمان داریاں کیں تو ہم نے بھی کی۔انہوں نے خوں بہادئے تو ہم نے بھی دئے۔انہوں نے فیاضیاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے کاندھے سے کاندھا ملا دیا تو اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعوے دار ہیں۔خدا کی قسم ہم اس پیغمبر پر کبھی ایمان نہیں لاسکتے''۔[1]

وہ مخالفت اپنی عزت و وقار کے لئے کررہے تھے۔ان کا خیال یہ تھا کہ اگر محمدﷺ کی بات مان لی گئی تو ہماری بڑائی ختم ہوجائے گی۔اور ہمارا اثر ورسوخ مٹ جائے گا اور ہماری عزت خاک میں مل جائے گی۔

مولانا مودودیؒ نے سورہ مؤمن آیت نمبر ۵۶ کے حاشیہ میں صراحت سے لکھا ہے''یہ بات کسی لاگ لپیٹ کے بغیر ان سے صاف کہہ دی گئی ہے کہ تمہارے انکار کی اصل وجہ وہ کبر ہے جو تمہارے دلوں میں بھرا ہوا ہے۔تم سمجھتے ہو کہ اگر لوگ محمدﷺ کی نبوت تسلیم کرلیں گے تو تمہاری بڑائی قائم نہ رہ سکے گی۔اسی وجہ سے تم ان کو زک دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۱۹۳ بحوالہ سیرت النبیﷺ علامہ شبلی نعمانی،جلد اول ص ۱۵۴

رہے ہو۔"[۱]

کفار کی مخالفت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ جب قرآن پڑھا جاتا تو رخنہ ڈالتے ۔شور مچاتے یا دوسرے طریقے اختیار کرتے ۔سورہ حم سجدہ میں ہے"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْن یہ منکرین حق کہتے ہیں۔اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے تو اس میں خلل ڈالو شاید اس طرح تم غالب آ جاؤ۔[۲]

ان بد بختوں کا یہ انداز تھا کہ تلاوت قرآن پاک کے موقع پر وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے اور خوب شور مچاتے کہ نہ خود سنیں گے اور نہ ہی کسی کو سننے دیں گے۔اور ان کا گمان تھا کہ اس طرح سے وہ غالب آ جائیں گے۔

آزمائش کی یہ شکل

کوئی شخص مکہ میں بلند آواز سے قرآن کی تلاوت نہیں کرسکتا تھا۔ایسا کرنے پر کفار سخت زدوکوب کرتے تھے۔حضرت عبداللہؓ بن مسعود جب ایمان لائے تو انہوں نے کہا کہ میں ضرور بلند آواز سے قرآن پڑھوں گا۔وہ حرم میں گئے اور مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہوکر سورہ رحمٰن پڑھنا شروع کیا۔کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور اور ان کے منہ پر طمانچے مارنے لگے۔ اگر چہ انہوں نے جہاں تک پڑھنا تھا پڑھ کر دم لیا لیکن واپس گئے تو چہرہ سوجا ہوا تھا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا ہمیں اسی کا ڈر تھا تو انہوں نے جواب دیا"بخدا آج سے بڑھ کر یہ دشمن خدا میرے لئے کبھی اتنے ہلکے نہ تھے۔کہو تو کل پھر انہیں قرآن سناؤں"۔[۳]

عتبہ اور عتیبہ دونوں ابولہب کے بیٹے تھے۔ان دونوں سے رسول ﷺ کی دو صاحب زادیاں بیاہی ہوئی تھیں ۔ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے طلاق دلوادی۔عتیبہ تو جہالت میں اس قدر آگے بڑھ گیا کہ ایک روز حضور کے سامنے آکر اس نے کہا کہ میں وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى (1)مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى کا انکار کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اس بد بخت نے حضور

---

۱ تفہیم القرآن جلد چہارم،ص ۳۹۰۔ ۲ حم سجدہ:۲۶۔ ۳ تفہیم الاحادیث جلد دوم ص ۱۵۱

ﷺ کی طرف تھوکا جو آپ ﷺ پر نہیں پڑا۔ حضور ﷺ نے بد دعا دی: ''خدایا اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو مسلط کر دے!'' [۱] اس کے بعد عتیبہ اپنے باپ کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دوران سفر ایک ایسی جگہ قافلہ نے پڑاؤ کیا جہاں مقامی لوگوں نے بتایا کہ راتوں میں درندے آتے ہیں۔ ابولہب نے اپنے ساتھی اہل قریش سے کہا کہ میرے بیٹے کی حفاظت کا کچھ انتظام کرو کیونکہ مجھے محمدؐ کی بد دعا کا خوف ہے۔ اس پر قافلہ والوں نے عتیبہ کے گرد ہر طرف اپنے اونٹ بٹھا دئے اور سو رہے۔ رات کو ایک شیر آیا اور اونٹوں کے حلقہ میں سے گذر کر اس نے عتیبہ کو پھاڑ کھایا۔ [۲]

جب قریش کے مظالم اپنی انتہا کو پہنچ گئے تب آپ ﷺ نے قحط کے لئے بد دعا کی اَللّٰھُمَّ اَعِنِّی عَلَیْھِمْ بِسَبْعٍ کَسَبْعِ یُوْسُفَ خدایا ان کے مقابلہ میں میری مدد یوسف علیہ سلام کے ہفت سالہ قحط جیسے سات برسوں سے کر! [۳]

ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ جب قریش نے نبی ﷺ کی دعوت قبول کرنے سے پیہم انکار کیا اور سخت مزاحمت شروع کر دی تو حضور نے قحط کے لئے دعا کی۔ ''خدایا یوسف کے قحط جیسے ایک قحط سے ان کے خلاف میری مدد فرما'' چنانچہ دعا قبول ہوئی اور ان کو قحط نے آدبوچا۔ قحط سالی اتنی شدید تھی کہ اس نے ہر چیز کا صفایا کر دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ ہڈیاں اور چمڑے تک کھا گئے۔ شدت بھوک کی وجہ سے زمین سے دھواں سا نکلتا دکھائی دینے لگا۔ تو ابو سفیان نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے محمد ﷺ تیری قوم فاقوں سے ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ سے دعا کرو کہ وہ اس حالت کو دور فرما دے چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ [۴]

حضور ﷺ کا یہ خیال تھا کہ جب ان لوگوں پر مصیبت پڑے گی تو انہیں خدا یاد آئے گا اور ان کے دل نصیحت قبول کرنے کے لئے نرم پڑ جائیں گے۔ مکی سورتوں میں اس قحط کے

---

۱ مجمع الزوائد۔ ج ۶ ص ۱۹۔ ۱۸، تفہیم الاحادیث جلد دوم ص ۷۹۔

۲ الاستیعاب لابن عبدالبر، الاصابہ لابن حجر، روض الانف للسھیلی۔ تفہیم الاحادیث جلد دوم ص ۷۹۔

۳ تفہیم الاحادیث جلد ششم ص ۲۰

۴ بخاری شریف جلد دوم۔ سورہ الدخان

بکثرت اشارات ملتے ہیں۔ (الانعام آیت ۴۴ تا ۴۲۔الاعراف آیت ۹۹۔۹۴، یونس آیت ۱۲ تا ۱۱، النحل آیت ۱۱۳ تا ۱۱۲، الدخان آیت ۱۶ تا ۱۰، المومنون آیت ۲۷)

مشرکین مکہ کی طرف سے سختیاں بڑھتی جارہی تھیں۔حضور اکرم ﷺ سے دشمنی نے ان کو اندھا کر دیا تھا۔وہ آپ ﷺ کی ہلاکت کے لئے نعوذ باللہ بددعائیں کرنے لگے تھے۔سورہ ملک میں ہے قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَن مَّعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَن يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ [۱]

ان سے کہو کبھی تم نے یہ سوچا کہ اللہ خواہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم کرے۔کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچالے گا۔

''مکہ معظّمہ میں جب رسول ﷺ کی دعوت کا آغاز ہوا اور قریش کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے اسلام قبول کرنا شروع کیا تو گھر گھر میں حضور ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو بددعائیں دی جانے لگیں۔جادوٹونے کئے جانے لگے تاکہ آپ ہلاک ہوجائیں۔حتیٰ کہ قتل کے منصوبے بھی سوچے جانے لگے۔اس پر یہ فرمایا گیا کہ ان سے کہو'' خواہ ہم ہلاک ہوں یا خدا کے فضل سے زندہ رہیں اس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا۔تم اپنی فکر کرو کہ خدا کے عذاب سے تم کیسے بچوگے۔'' [۲]

جب کفار مکہ نبی ﷺ کے جان کے درپے ہوگئے، شب وروز اپنی محفلوں میں بیٹھ بیٹھ کر مشورے کررہے تھے کہ آپ ﷺ کو کس طرح ختم کیا جائے، اس صورت حال کی طرف صاف اشارہ موجود ہے۔أَمْ أَبْرَمُوا أَمْراً فَإِنَّا مُبْرِمُونَ (79)أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُم بَلَى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ [۳] کیا ان لوگوں نے کوئی اقدام کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے...اچھا تو ہم بھی ایک فیصلہ کئے لیتے ہیں۔کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور ان کی سرگوشیاں سنتے نہیں۔ہم سب کچھ سن رہے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔

---

۱ الملک:۲۸۔ ۲ تفہیم القرآن جلد ششم ص ۵۳۔ ۳ الزخرف ۷۹ تا ۸۰

''اشارہ ان باتوں کی طرف ہے جو سرداران قریش اپنی خفیہ مجلسوں میں رسول ﷺ کے خلاف کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے کے لئے کر رہے تھے۔''[1]

آپ ﷺ پر قاتلانہ حملہ

آپ ﷺ کعبہ کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ یکا یک عقبہ بن معیط آگے بڑھا اور اس نے قتل کے ارادہ سے آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر بل دینا شروع کیا تا کہ گلا گھونٹ کر آپ ﷺ کو مار ڈالے مگر عین وقت پر حضرت ابو بکر صدیقؓ وہاں پہنچ گئے اور انہوں نے دھکا دے کر اسے ہٹایا اور کہا أ تَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰه کیا تم اس شخص کو محض اس لیے مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔[2]

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دیا، وہ گر پڑا اور فوراً سے آپؐ کی گردن سے پھندا نکال کر الگ کیا۔ عقبہ بن ابی معیط کے طرف داروں نے حضرت ابو بکر صدیق کو مارنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ابو بکر کے خاندان بنو تیم کو خبر ہوئی وہ اٹھا کر ابو بکرؓ کو ان کے گھر لے گئے۔ حالت ایسی تھی کہ سب نے یقین کر لیا کہ بس تھوڑی ہی دیر بعد آپ جاں بحق ہو جائیں گے۔ لیکن بالآخر آپ کو ہوش آ گیا۔ ہوش آتے ہی آپؓ نے سب سے پہلے رسول خدا ﷺ کی خیریت دریافت کی۔ ان کی والدہ نے انہیں دار ارقم میں پہنچا دیا۔ ایک ماہ تک آنحضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اسی گھر میں روپوش رہے۔[3]

ہجرت حبشہ

مسلمان ظلم کی چکی میں پس رہے تھے، بے پناہ مظالم کا شکار تھے، ایسی حالت میں اللہ نے ہجرت کا اشارہ دیا۔ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا فِيْ هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَاب.[4] اے

---

[1] تفہیم القرآن جلد چہارم حاشیہ نمبر ۶۳ سورہ الزخرف۔ [2] بخاری جلد اول کتاب مناقب الانصار باب مالقی النبی ﷺ واصحابہ من المشرکین بمکۃ۔ [3] نقوش رسول اللہ ﷺ نمبر جلد دوم ص ۴۸۴۔ [4] الزمر: ۱۰

نبیﷺ کہو کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈرو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا ہے ان کے لئے بھلائی ہے اور خدا کی زمین وسیع ہے صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

''ان لوگوں کو جو خدا پرستی اور نیکی کے راستہ پر چلنے میں ہر طرح کے مصائب و شدائد برداشت کرلیں مگر راہ حق سے نہ ہٹیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دین و ایمان کی خاطر ہجرت کر کے جلاوطنی کی مصیبت برداشت کریں اور وہ بھی جو ظلم کی سرزمین میں جم کر ہر آفت کا سامنا کرتے چلے جائیں۔''[1]

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ[2]

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی بجالاؤ۔

''یہ اشارہ ہے ہجرت کی طرف، مطلب یہ ہے کہ اگر مکہ میں خدا کی بندگی کرنی مشکل ہو رہی ہے تو ملک چھوڑ کر نکل جاؤ۔ خدا کی زمین تنگ نہیں ہے۔ جہاں بھی تم خدا کے بندے بن کر رہ سکتے ہو وہاں چلے جاؤ۔ تم کو قوم و وطن کی نہیں خدا کی بندگی کرنی ہے''۔[3]

حضورﷺ نے رجب ۴۵ھ عام الفیل ۵ھ نبوی میں اپنے اصحاب سے فرمایا کہ لَوْ خَرَجْتُمْ اِلٰى اَرْضِ الْحَبْشَةِ فَاِنَّ بِهَا مَلِكًا لَا يُظْلَمُ عِنْدَه اَحَدٌ وَ هِيَ اَرْضُ صِدْقٍ حَتّٰى يَجْعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ فَرَجاً مِمَّا اَنْتُمْ فِيْه[4]

''اچھا ہے کہ تم لوگ حبشہ چلے جاؤ وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے یہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین ہے جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا کرے تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو''۔[5]

آپﷺ کے ارشاد کی بنا پر پہلے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی قیادت میں گیارہ مرد

---

[1] تفہیم القرآن جلد چہارم سورہ زمر حاشیہ نمبر ۳۲۔ [2] العنکبوت: ۵۶۔ [3] تفہیم القرآن جلد سوم۔ العنکبوت حاشیہ نمبر ۹۴۔ [4] سیرت ابن ہشام جلد اول: اشارۃ رسول اللہﷺ بالھجرۃ [5] تفہیم القرآن جلد سوم۔ ص ۵۳

اور چار خواتین نے حبشہ کی راہ لی۔قریش کے لوگوں نے ساحل تک ان کا پیچھا کیا مگر خوش قسمتی سے ان کو بروقت کشتی مل گئی اور وہ گرفتار ہونے سے بچ گئے۔ پھر چند مہینوں بعد مزید لوگوں نے ہجرت کی یہاں تک کہ تراسی مرد، گیارہ عورتیں اور سات غیر قریشی مسلمان حبشہ میں جمع ہو گئے۔ اس ہجرت سے مکہ کے گھر گھر میں کہرام مچ گیا۔ کیونکہ قریش کے بڑے اور چھوٹے خاندانوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے چشم و چراغ ان مہاجرین میں شامل نہ ہوں۔ کسی کا بیٹا گیا تو کسی کا داماد۔ کسی کی بیٹی گئی تو کسی کا بھائی تو کسی کی بہن۔ ابوجہل کے بھائی سلمہؓ بن ہشام، اس کے چچا زاد بھائی ہشام بن ؓابی حذیفہ، عیاشؓ بن ابی ربیعہ، چچازاد بہن حضرت ام سلمہؓ، ابوسفیانؔ کی بیٹی ام حبیبہؓ، عتبہ کے بیٹے ابوحذیفہؓ سہل بن امر کی بیٹی سہلہؓ اسی طرح دوسرے سرداران قریش کے اپنے جگر گوشے دین کی خاطر گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔

ہجرت حبشہ کے بعد قریش کے سردار سر جوڑ کر بیٹھے اور انہوں نے طے کیا کہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو ابن العاص کو بہت سے قیمتی تحائف کے ساتھ حبشہ بھیجا جائے کہ یہ لوگ نجاشی کو کسی نہ کسی طور پر راضی کریں کہ وہ ان مہاجرین کو مکہ واپس بھیج دے۔ یہ دونوں گئے انہوں نے نجاشی کے درباریوں میں خوب تحفہ تحائف تقسیم کئے۔ تحفہ تحائف جو یہ لوگ لے گئے تھے ابن ہشام نے لکھا ہے کہ مکہ کا بڑا تحفہ چمڑا تھا (ابن ہشام جلد اول ص ۲۰۵) مسند احمد میں خود عمرو بن العاص کے الفاظ منقول ہیں وَ کَان اَحَبّ مَا یَھْدی الیه مِن اَرْضنا الادم فجمعنا له ادماً کثیرا[۱]

ہمارے یہاں کا سب سے قیمتی تحفہ یہی چمڑا تھا ہم نے تحفے میں دینے کیلئے ڈھیر سارا چمڑا اکھٹا کیا اور اسے لیکر حبشہ گئے۔ تحفہ تحائف تقسیم کر کے انہوں نے درباریوں کو اپنے حق میں کرلیا کہ وہ ان مہاجرین کی واپسی کے لئے نجاشی پر دباؤ ڈالیں پھر یہ دونوں نجاشی سے ملے۔ بیش قیمت نذرانے دینے کے بعد کہا کہ ہمارے شہر کے چند نادان بھاگ کر آپ کے یہاں آگئے ہیں اور قوم کے اشراف نے ہمیں آپ کے پاس ان کی واپسی کی درخواست کے لئے بھیجا ہے۔ یہ تمام

---

[۱] مسند احمد جلد چہارم بحوالہ سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول ص ۱۶۹

ہمارے دین سے نکل گئے ہیں اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں بلکہ ایک نرالا دین وضع کیا ہے۔ان کی بات ختم ہوتے ہی دربار میں آوازیں بلند ہونے لگیں ایسے لوگوں کو ضرور واپس کر دینا چاہئے۔...نجاشی نے کہا میں انہیں بلا کر تحقیق کروں گا۔نجاشی نے اصحاب رسولؐ کو اپنے دربار میں بلایا اوران سے سوال کیا: یہ تم لوگوں نے کیا کیا کہ اپنی قوم کا دین بھی چھوڑا اور میرے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔نہ دنیا کے دوسرے ادیان میں سے کسی کو اختیار کیا۔آخر تمہارا یہ نیا دین ہے کیا؟اس پر حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ نے ایک برجستہ تقریر کی۔

''اے بادشاہ ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔بت پوجتے تھے۔مردار کھاتے تھے۔بدکاریاں کرتے تھے۔ہم سایوں کو ستاتے تھے۔بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔اس اثناء میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کی شرافت اور صدق و دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔اس نے ہم کو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھلایا کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔سچ بولیں۔خوں ریزی سے باز آئیں۔یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہم سایوں کو آرام دیں۔عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔نماز پڑھیں۔روزہ رکھیں۔زکوۃ دیں۔ہم اس پر ایمان لائے شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام اعمال بد سے باز آئے۔اس جرم پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی اور ہم کو مجبور کرتی ہے کہ اس گمرہی میں واپس آجائیں۔''[1]

حضرت جعفرؓ کی تقریر سننے کے بعد نجاشی نے کہا'' ذرا مجھے وہ کلام تو سناؤ جو تم کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے تمہارے نبیﷺ پر اترا ہے''۔حضرت جعفرؓ نے سورہ مریم کے ابتدائی حصہ کی تلاوت شروع کی۔**فبکی و اللہِ النجاشی ،حتی ا خضلت لحیتہ وبکت أساقفتہ حتی أخضلو ا مصاحفھم حین سمعوا ما تلا علیھم ثم قال النجاشی ،اِنَّ ھذا والذی جاء بہ عیسیٰ لیخرج من مشکا ۃ واحدۃ ،انطلقافلا وا اللہِلا اسلمھم الیکما**[2]

شاہ نجاشی تلاوت سنتا رہا اور زار و قطار روتا رہا حتی کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر

---

[1] سیرت النبی جلد اول ص ۱۶۹ علامہ شبلی نعمانی [2] سیرۃ النبیؐ ابن ہشام ج اول تحقیق مجدی فتحی السید ص ۲۲۴

ہوگئی۔اس کے درباری بھی روتے رہے۔آنسوؤں سے ان کے مصحف بھیگ گئے۔نجاشی نے کہا: بخدا یہ کلام اور جو حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے تھے ایک ہی چراغ سے نکلی روشنیاں ہیں۔نجاشی نے کہا: مرحباً بِکُمْ و بَمِنْ حئتُم مِنْ عِنْدِہٖ اَشْھَدُ أنّہ' رسولُ اللہ وَانّہ الّذی نَجِدُ فی الانجیل وانّہ الّذی بَشَّر بہٖ عیسی بنُ مریَمَ[۱] مرحبا! تم کو اور اس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے ہو۔میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جنکا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں. اور وہی ہیں جنکی بشارت عیسیٰ بن مریمؑ نے دی تھی۔نجاشی نے پلٹ کر ان سے کہا کہ میں انہیں ہرگز تمہارے حوالہ نہ کروں گا۔

دوسرے روز عمرو ابن العاص نے نجاشی کے دربار میں دوبارہ جا کر یہ کہا کہ ذرا ان لوگوں کو بلا کر یہ تو پوچھیے کہ عیسیٰؑ ابن مریم کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے؟ یہ لوگ ان کے متعلق ایک بڑی بات کہتے ہیں۔نجاشی نے ان مہاجرین کو بلا بھیجا۔نجاشی نے ان کے سامنے وہی سوال دہرایا۔تو حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اٹھ کر بلا تامل کہا: نقول فیہ الذی جاء نا بہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ھو عبد اللہ و رسولہ و روحہ و کلمتہ القاھاالیٰ مریم العَذ راء البتول ... فضرب النجاشی بیدہٖ الی الارض فاخذ منھا عودا ثم قال واللہِ ما عدا عیسیٰ بن مریم ماقلت ھذا العود ... فنا خرت اذھبوا فا نتم شیوم بارضی (الشیوم. الآمنون)[۲]

وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور سکی طرف سے ایک روح ہیں اور ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریمؑ پر القاء کیا ہے۔نجاشی نے یہ سن کر ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہا خدا کی قسم جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰؑ اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے۔یہ سنکر اسکے درباری مصاحب نتھنے پھلانے لگے نجاشی نے کہا۔تم کچھ بھی کہو حقیقت یہی ہے۔اس کے بعد نجاشی نے قریش کے سفیروں کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ ''اگر تم سونے کا پہاڑ بھی دو گے تو میں انہیں

---

۱ مسند احمد۔تفہیم القران ج ۵ ص ۴۶۶ ۲ سیرۃ النبیؐ ابن ہشام ج اول تحقیق مجدی فتحی السید ص ۴۲۵

تمہارے حوالہ نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر ان کے تحائف واپس کر دئے اور کہا میں رشوت نہیں لیتا:

فوالله ما اخذ الله منى الرشوة حين رد على ملكى فآ خذ الرشوة فيه[1]

اور مہاجرین سے کہا تم لوگ اطمینان کے ساتھ رہو...وہ لوگ ذلیل وخوار ہو کر واپس لوٹ گئے۔**فخر جا من عنده مقبوحين مردودين**

کفار قریش کی سفارت بے نیل ومرام واپس لوٹی اور عمرو ابن العاص نے اہل مکہ کو رپورٹ دی اِنَّ اَصُحَمَۃَ **يزعم ان صاحبكم نبى** (اصحمہ نجاشی کو یہ گمان ہو گیا ہے کہ تمہارا ساتھی نبی ہے)۔[2]

عرب کی سفارت ناکام لوٹی۔نجاشی اس نئے دین کا حمایتی ہو گیا۔اسلام کو اب ایک نئی طاقت مل گئی۔...کفار باولے ہو گئے کہ اب بھی اگر اسلام کا خاتمہ نہ کیا گیا تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ہمارے بتوں کا کوئی پرسان حال نہیں رہے گا۔اب ساری مخالفت سمٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تک آ گئی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خریدنے یا جان سے مار ڈالنے کی کوششیں تیز ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سختیوں پر صبر کرتے رہے دعوت دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام

ایک دن ابوجہل نے آپؐ کو اذیت پہونچائی۔گالیاں دیں......آپؐ خاموش رہے لیکن عبداللہ بن جدعا کی آزاد کردہ باندی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔حضرت حمزہ ایک پہلوان،نڈر اور بہادر شخص تھے۔تیر وکمان کے ساتھ شکار کھیلنا انکا محبوب مشغلہ تھا۔وہ شکار کھیل کر لوٹے راستے میں اس باندی نے ملاقات کی......اور کہا؛اے ابوعمارہ! کاش،آپ اس مصیبت کو دیکھتے جو ابوالحکم نے آپ کے بھتیجے (حضرت محمدؐ) پر نازل کی۔اسنے آپؐ کو اذیت پہونچائی گالیاں دیں،ناپسندیدہ سلوک کیا اور چلا گیا اور آپؐ نے اسکی کسی بات کا جواب تک نہ دیا۔[3]

---

[1] سیرۃ النبیؐ ابن ہشام ج اول. تحقیق مجدی فتحی السید ص ۱/۴۲۵۔ [2] تفہیم الاحادیث جلد ششم ص ۱۹۔ [3] سیرت ابن اسحاق۔ص ۲۳۴

یہ سنکر حضرت حمزہ سیدھے خانہ کعبہ پہونچے۔ابوجہل مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔کمان اٹھا کر اس کے سر پر اس زور سے مارا کہ اسکا سر پھٹ گیا...... یہ دیکھکر قریش میں سے بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔کہا اے حمزہ! کیا تم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ گئے ہو؟۔حضرت حمزہ نے کہا کہ میرے لئے رکاوٹ کیا ہے جبکہ حقیقت مجھ پر واضح ہو چکی ہے۔میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ آپؐ کہتے ہیں سچ ہے۔بخدا میں اس دین کو نہیں چھوڑ ونگا مجھے روک لو اگر تم سچے ہو۔[1]

حضرت حمزہ نے ابوجہل کو مارا اور اسلام قبول کیا۔اور یہ اشعار کہے۔

ذق یا ابا جھل ما عسیت

من امرک الظالم اذا مشیت

اے ابوجہل! اپنی سخت مزاجی کا مزہ چکھو، تو نے ظالمانہ کاروائی کی تھی اس کا نتیجہ بھگتو۔

عز امرک الظالم اذا عنیت

لو کنت تر جوا اللہ ما شقیت

جب تو نے زبردستی کی تو تیری ظالمانہ کاروائی سخت ہوگئی۔اگر تو اللہ سے امید رکھے تو تو بدبختی اور شقاوت سے بچ جائے۔

ستسعط الرغم بما اتیت

تؤذی رسول اللہ اذا نھیت

تیرے کرتوتوں کی وجہ سے تیری ناک خاک آلود ہوگی۔تجھے روکا گیا ہے لیکن تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتا ہے۔

ولا ترکت الحق اذ دعیت

ولا ھویت بعد ما ھریت

---

[1] سیرت ابن اسحاق ص ۲۳۶

جب مجھے دعوت دی گئی تو میں نے حق سے روگردانی نہیں کی اور میں خواہشات نفس کا غلام نہیں جبکہ تو راہ حق سے ہٹ چکا ہے۔

حتی تذوق الخوی قد لقیت

فقد شفیت النفس وماشفیت

حتی کہ تو نے سر کی چوٹ کا مزہ چکھا جس کی وجہ سے تیرا سر خون سے خالی ہوگیا۔ تو نے صحت طلب کی لیکن صحت نہ پائی۔

جب حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کر لیا تو قریش کو معلوم ہوگیا کہ اب رسول اللہ کو قوت، حفاظت، اور حمایت حاصل ہوگئی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا قبول اسلام

ایک دن حضرت عمر شمشیر برہنہ لیکر نکلے کہ نعوذ باللہ رسولؐ کا کام تمام کر دیں گے خرج عمر متقلدًا بالسیف[۱] کہ راستہ میں حضرت نعیمؓ ملے۔ انہوں نے عمر سے ارادہ جاننا چاہا......ارادہ جان لینے کے بعد انہیں اس کام سے باز رکھنے کے لئے کہا: عمر پہلے اپنے بہنوئی کی خبر لو...... حضرت عمرؓ پلٹ کر بہن کے گھر آئے۔ اس وقت حضرت خبابؓ بن ارت بہن بہنوئی کو سورہ طٰہٰ اور سورہ تکویر کا درس دے رہے تھے مشرکین اس درس کو ھیمنہ یا گنگنا ھٹ کہا کرتے تھے۔ حضرت عمر داخل ہوئے، بہن بھانپ گئی..اور فوراً صحیفہ چھپا دیا..اور خبابؓ کو چھپا دیا۔ عمر نے پوچھا کہ گھر میں کیسی گنگناہٹ تھی..؟ غضبناک ہوکر بہنوئی کو پچھاڑ دیا۔ بے رحمی سے مارنے لگے۔ بہن بیچ بچاؤ کیلئے آئی اسکو بھی مار کر لہولہان کر دیا۔ بہن نے غصہ میں آ کر کہا: یہ خبر سچی ہے میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؛ وہ یکتا ہے؛ اسکا کوئی شریک نہیں ؛اور محمدؐ اللہ کے بندے ہیں اور اسکے رسول ہیں۔ اب تم جو کرنا چاہو کرلو۔ بہن کا یہ جواب سنکر عمر کو

---

۱ فتح الباری ج اول ۳۶۹

ندامت محسوس ہوئی...کہاتم جو پڑھ رہے تھے مجھے دکھاؤ۔بہن نے کہا کہ پہلے غسل کریں اور وعدہ کریں اس صحیفہ کو پھاڑیں گے نہیں۔

عمر نے بہن کی کڑی شرط مان لی، غسل کرنے چلے گئے۔غسل کرنے کے بعد تلاوت شروع کی۔طٰـہٰ مـا انزلنـا ...... ہم نے آپؐ پر قرآن اسلئے تونہیں نازل کیا کہ آپ مصیبت میں پڑ جائیں۔یہ تو محض ایک نصیحت ہے ان لوگوں کیلئے جنکے دل میں تھوڑا بہت خوف خدا ہے۔یہ ایک نازل شدہ پیغام ہے۔اس ہستی کی جانب سے جس نے زمین اور بلند آسمان پیدا کیا۔جو بڑی رحمت والا ہے اور سلطنت کائنات پر قادر و قائم ہے۔زمین و آسمان کے اندر؛ انکے درمیان؛ اور پاتال تک جو کچھ بھی ہے، سب اسی کا ہے۔آپ کی بلند آواز باتیں تو ایک طرف وہ پوشیدہ باتوں سے بھی واقف ہے اور ان سے بھی جنہیں چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔اللہ پاک کی ذات ایسی ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔تمام پاکیزہ نام اور پاکیزہ صفات اسی کیلئے ہیں۔......اِنَّنی انا اللّٰہ لا اِلٰہَ الاَّ اَنَافاعْبُدْنِی و اقم الصلوٰ ة لذکری[۱]

میں ہی اللہ ہوں۔سوائے میرے کوئی معبود نہیں۔میری عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔

حضرت عمرؓ پکار اٹھے:ما احسن هذالکلام و اکرمه[۲]

مجھے محمدؐ کے گھر کا پتہ بتاؤ۔[۳] حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ کلمہ سنکر حضرت خبابؓ بن ارت جو کہ اندر چھپے ہوتے نکل کھڑے ہوئے اور کہا:فخرج خبابؓ فقال. ابشِرُ یا عمر، فاِنِّی ارجُوا أن تکـون دعـوة رسولُ اللّٰہ لک قال :اللّٰھُمَّ! اَعِزّا الاسلام بعمر أوبعـمـرو بن هشـام (عمر! تمہیں خوش خبری ہو۔رسولؐ کی کل کی دعا تمہارے لئے ہی قبول ہوئی۔آپؐ نے دعا مانگی تھی:اے اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب یا عمر بن ہشام سے عزت دے۔[۴]

---

۱ سورہ طٰہٰ:۱۴۔

۲ ابن ہشام ج اول تحقیق مجدی فتحی السید ص ۳۴۳۔

۳ طبقات ابن سعد ج دوم مترجم علامہ عبداللہ العمادی ص ۵۰۔

۴ فتح الباری ج اول ۳۶۹

سیرت ابن ہشام میں یہ تفصیل اس طرح ہے:

یا عمر! واللّهِ اِنی لأ رجوأن یکون اللّه قد خَصَّک بد عوة نبیه.فانیّ سمعته أمس وهو یقول :اللّهُمَّ! اَیِّد الاسلام بابی الحکم بن هشام أو بعمر بن الخطاب [۱]

اے عمر! خوش ہو جاؤ۔ میں نے ابھی کل ہی یہ رسولؐ کی زبان مبارکہ سے دعا سنی ہے کہ اے اللہ! عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کو طاقت دے۔ اے عمر تم ہی اس دعا کے مستحق ٹھہرے۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام پر اہل اسلام نے بیک آواز تکبیر بلند کی جسے مکان سے باہر لوگوں نے بھی سنا۔ اس وقت ۴۰ سے زیادہ کچھ مرد اور گیارہ عورتیں مسلمان تھیں۔ [۲]

حضرت عمر فاروقؓ کا قبول اسلام رسول اللہ کی دعا تھی۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ کیلئے دعا فرمائی تھی:

☆اللّٰهُمَّ اَیِّد الاسلام بعمر •

☆اللّٰهُم اَعِزَّ الدِّین بعمر بن الخطاب •

☆اللهم أعز الاسلام بعمر بن الخطاب • [۳]

حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے، اسلام کو طاقت مل گئی!

مازلنا اَعِزَّةً منذ اسلم عمر ۔[۴] (حضرت عمر کے قبول اسلام سے ہم برابر زور آور ہی رہے)

لما اسلم عمر قال المشر کون انتصف القوم منا. [۵]

لما اسلم عمر ظهر الا سلام وا نتصفنا ممن غلظ علینا. [۶]

حضرت عمرؓ نے قبول اسلام کے بعد اشعار کہے ان اشعار میں دولت ایمانی سے شرف یاب ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا ہے اور بہن کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس پر دکھ کا اظہار ہے۔

۱۔ ابن ہشام ج اول تحقیق مجدی فتحی السید ۴۳۴۔

۲۔ نقوش رسولؐ نمبر ص ۱۹۴ ج اول۔

۳۔ فتح الباری ج اول ص ۳۷۰ تا ۳۷۱۔

۴۔ اخرجہ البخاری فی باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث نمبر ۳۶۸۴؛ فتح الباری ج اول ۳۴۹

۵ اور ۶۔ فتح الباری ج اول ص ۳۷۲

الحمد للہ ذی المن الذی و جبت لــه علينــا ايـادما لها غير

تعریف اس خدائے ذوالمنن ہی کیلئے ہے جسکی پناہ کے ہم متلاشی ہیں۔اور اسکی پناہ کے سوا ہمارے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

وقـد بـدانـا فـكـذ بنا فقـال لنـا صـدق الـحديث نبی عنده الخبر

اسی نے ہمیں پیدا کیا ہے۔لیکن ہم نے اسکی تکذیب کی۔ پھر ایک نبیؐ نے جسکے پاس سچی خبریں آتی ہیں، ہمیں سچائی کی تعلیم دی۔

وقـد ظلمت ابنة الخطاب ثم هدى ربـی عشية قـالـو قـد صبا عمر

میں نے خطاب کی بیٹی (یعنی اپنی بہن) پر ظلم کیا۔ پھر دن کے آخر میں میرے رب نے مجھے ہدایت سے نوازا۔لیکن لوگوں نے کہنا شروع کر دیا۔عمر دین سے منحرف ہو گیا ہے۔

وقـد نـدمت عيل ما كان من زلل بـظـلـمهاحين تتلی عندهاالسور

میں اس ظالمانہ کاروائی پر نادم ہوا جو میں نے اپنی بہن کے گھر میں راو رکھی .جبکہ وہاں قرآن کی سورتیں تلاوت کی جارہی تھیں۔

لـمـا دعـت ربها ذالعرش جا هدة والـد مع من عينها عجلان يبتدر

جب اس نے انتہائی آزردگی کے عالم میں صاحب عرش خدا سے دعا مانگی۔اس حال میں کہ اسکی آنکھیں پیہم اشکبار تھیں۔

ويـقـنـت ان الـذی تدعوه خالقها فـكـاد يسبـقـنـی من عبـرة درر

اسکو یقین تھا کہ وہ جسکو پکار رہی ہے.وہ اسکا خالق ہے۔اسکے بعد میری آنکھوں میں بھی موتیوں جیسے آنسو ڈبڈبا آئے۔

فـقـلـت اشهـد أن اللّـه خـالقنـا وان احــمـد فيـنـا اليـوم مشتهـر

پس میں نے کہا.میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہمارا خالق ہے۔اور یہ کہ احمدؐ آج ہم میں

ظاہر ہوئے ہیں۔

نبی صدق اتی بالحق من ثقة وافی الا مانة مافی عوده خور

ایک سچے نبی کے حیثیت سے آپؐ حق کیلئے آئے ہیں۔جبریل امین کی طرف سے جو قابل اعتماد امانت دار ہیں اور جنکے بار بار آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔[۱]

حضرت عمرؓ اظہار ایمان کی غرض سے مجالس قریش میں گئے۔طواف کے بعد ابوجہل نے حضرت عمرؓ سے انکے قبول اسلام کے بارے میں پوچھا اور انہوں نے کلمہ شہادت پڑھ کر اقرار کرلیا۔قریش نے ان پر یورش کردی۔حضرت عمرؓ بھی عتبہ کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور اسکی پٹائی شروع کر دی۔اور اپنی انگلیاں اسکی آنکھوں میں گھسیڑ دیں تو وہ چیخ اٹھا اور تمام مشرکین پیچھے ہٹ گئے۔حضرت عمرؓ نے بھی اسکو چھوڑ دیا۔انکے قریب جو بھی آتا وہ کسی نہ کسی بڑے آدمی کو پکڑ کر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ لوگوں کو عاجز کر دیا۔[۲]

أسلم عمرؓ قاتل قریشا حتی صلّی عندها ومعه المسلمون وقَد قَوُوْا بِأسلامه وإسلام حمزةؓ وَجَهَرُوا بالقرآن و لم یکونوا قبل ذلک یقدرون أن یجهروا به ،ففشا الاسلام و کثر المسلمون [۳].

حضرت عمرؓ نے اپنی تمام گزشتہ مجالس کفر میں اسلام و ایمان کا اظہار کرنے اور شرفا قریش کو مارنے پیٹنے کے بعد رسول اکرم صلعم کو جا کر خبر دی۔اسکے بعد رسول اکرم دار ارقم سے نکلے اور حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ آپؐ کے آگے آگے تھے۔انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور بحالت ایمان ظہر کی نماز ادا کی۔پھر آپؐ دار ارقم میں تشریف لے گئے اور حضرت عمرؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔بعد میں حضرت عمرؓ اکیلے واپس گھر گئے۔[۴]

۱۔ بحوالہ سیرۃ ابن اسحاق تحقیق وتعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ص ۲۵۶۔ ۲۔ ابن کثیر۔۳/۳۱ بحوالہ مکی اسوۂ نبویؐ۔مسلم اقلیتوں کا حل۔یسٰین مظہر صدیقی ص ۱۷۹۔ ۳۔ امتاع الاسماء للمقریزی الجزء اول ص ۲۵
۴۔ ابن کثیر ۳/۳۱ بحوالہ مکی اسوۂ نبویؐ۔مسلم اقلیتوں کا حل ص ۱۷۸

آپ ﷺ کو خریدنے کی کوششیں

حضرت عمرؓ اور حضرت امیر حمزہؓ ایمان لا چکے تھے۔ اسلام کی قوت روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ ایک دفعہ قریش کے کچھ سردار مسجد حرم میں محفل جمائے بیٹھے تھے اور مسجد کے ایک دوسرے گوشہ میں رسول اللہ ﷺ تنہا تشریف رکھتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ نے سرداران قریش سے کہا کہ صاحبو اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں جا کر محمد ﷺ سے کچھ بات کروں اور ان کے سامنے کچھ تجویزیں رکھوں، شاید کہ وہ ان میں سے کسی کو مان لیں اور ہم بھی اسے قبول کر لیں۔ اس طرح وہ ہماری مخالفت سے باز آ جائیں۔ سب نے پسند کیا۔ وہ رسول ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے کہا: ''بھتیجے! میں تمہارے سامنے کچھ تجویزیں رکھتا ہوں، ان پر غور کرو شاید کہ ان میں سے کسی کو تم قبول کر لو۔ بھتیجے! یہ کام جو تم نے شروع کیا ہے، اس سے تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اتنا کچھ دے دیتے ہیں کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے۔ اگر اس سے اپنی بڑائی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنائے لیتے ہیں، کسی معاملہ کا فیصلہ تمہارے بغیر نہ کریں گے۔ اگر بادشاہی چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ اگر تم پر کوئی جن آتا ہے جسے تم خود دفع کرنے پر قادر نہیں ہو تو ہم بہترین اطباء بلواتے ہیں اور اپنے خرچ پر تمہارا علاج کراتے ہیں۔'' عتبہ یہ باتیں کہتا رہا اور آپ ﷺ خاموشی سے سنتے رہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابو الولید! آپ کو جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے''؟ اس نے کہا: ''ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اب میری سنو۔ اس کے بعد آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ حم سجدہ کی تلاوت شروع کی اور عتبہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیکے سنتا رہا۔ آیت سجدہ (آیت نمبر ۳۸) پر پہنچ کر آپؐ نے سجدہ کیا، پھر سر اٹھا کر فرمایا: ''اے ابو الولید! میرا جواب آپ نے سن لیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام''۔[1]

عتبہ نے تلاوت قرآن پاک کو پورے انہماک سے سننے کے بعد واپس جا کر اپنی قوم

---

[1] حم سجدہ، تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۴۳۵

سے کہا: ''بخدا! میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ خدا کی قسم یہ نہ شعر ہے، نہ سحر، نہ کہانت ہے۔ اے سرداران قریش! میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں سمجھتا ہوں یہ کلام کچھ رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو اپنے بھائی کے خلاف ہاتھ اٹھانے سے تم بچ جاؤ گے اور دوسرے اس سے نمٹ لیں گے لیکن اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی''۔ سرداران قریش اس کی یہ بات سنتے ہی بول اٹھے: ''ولید کے ابا آخر اس کا جادو تم پر بھی چل گیا''۔ عتبہ نے کہا: ''میری جو رائے تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی اب تمہارا جو جی چاہے کرتے رہو۔''[1]

سرداران قریش مختلف مواقع پر مختلف سفارشیں لاتے رہے۔ اسی طرح کی ایک تجویز سرداران قریش نے آپ ﷺ کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا اس میں آپ کی بھی بھلائی ہے اور ہماری بھی۔ حضورؐ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں لات اور عزیٰ کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا ٹھہرو میں دیکھتا ہوں میرے رب کی طرف سے کیا حکم آتا ہے۔ اس پر سورہ کافرون نازل ہوئی اور یہ آیت قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ (الزمر آیت ۶۴) ان سے کہو: اے نادانو! کیا تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟

اسی طرح کفاران قریش ایک اور سفارش لے کر چچا ابو طالب کے پاس آئے اور کہا ''ابو طالب ہم آپ کے پاس گذارشات لے کر آتے رہتے ہیں اور یہ آخری بار ہے۔ ایسا اس لئے کہ آپ کی ہمارے درمیان بڑی قدر و منزلت ہے۔ آپ اپنے بھتیجے کو منع کر دیں کہ وہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے اور نہ ہی ہمارے بیٹوں اور ہمارے غلاموں کو بہکائے اگر وہ اس سے باز نہیں آیا تو ہم اس کو ہلاک کر دیں گے۔ ہم آپ کا بہت لحاظ کرتے ہیں یا تو آپ اپنے بھتیجے کو روکیں یا بیچ سے ہٹ جائیں ورنہ ہم مجبور ہوں گے۔''

---

[1] حم سجدہ، تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۴۳۵

چچا ابو طالب نے آپؐ کو بلایا اور کہا" بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے اکابر میرے پاس جمع ہیں۔ انہیں شکایت ہے کہ تم ان کے معبودوں کو عیب لگاتے ہو اور اسے چھوڑنے کے لئے کہتے ہو۔ بھتیجے میرے اوپر وہ بوجھ نہ ڈالو جسے میں سہار نہ سکوں **و لا تحملنی علی مالا أطیقه.**[1] رسول ﷺ نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے چچا ابو طالب کو دیکھا اور کہا **واللّٰہ لو وضعت الشمس فی یمینی والقمر فی یساری ما ترکت هذا الامر أبداً حتی انفذہ او اهلک فی طلبه علی الطاعة لربّی** " اللہ کی قسم، چچا! اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی رکھ دیا جائے تب بھی میں اپنے اس مشن سے باز نہیں آؤں گا یہاں تک کہ میں اسے غالب کردوں یا اسی جدوجہد میں اپنے رب کو خوش کرنے کیلئے جان کی بازی لگا دوں"۔ حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ آب دیدہ ہو کر چل پڑے مگر ابو طالب نے آواز دے کر آپ ﷺ کو بلایا اور کہا **یا ابن اخی امض لامرک وافعل ما احببت فَواللّٰه لا اُسلِمُکَ لشئیٍ ابداً** بھتیجے! جا اپنا مشن پورا کر اور جو تیرے دل کو بھائے وہ کر، بخدا میں تمہیں کسی چیز کے لئے بھی ان کے حوالے نہیں کروں گا۔[2]

ابو طالب نے برملا یہ اشعار کہے

واللّٰہ لن یصلوا الیک بجمعهم حتی اوسد فی التراب دفینا

امض لا مرک ما علیه غضاضة وابشر و اقر بذاک منک عیونا

بخدا وہ لوگ تمہارے نزدیک اپنی پوری جمعیت کے ساتھ بھی ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں مٹی میں دفن ہو کر لیٹ نہ جاؤں۔

آپؐ اپنے کام کو جاری رکھیں، ذلت و منکبت آپؐ کو چھو نہ سکے گی۔ آپؐ خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کریں۔[3]

---

[1] و [2] البلاذری انساب الاشراف ج اول ص ۵۲۵۔ [3] سیرت ابن اسحاق ص ۲۰۶

جانبِ شعبِ ابی طالب

گھاٹی کی اور

جب کفارانِ قریش کی ساری تدبیریں ناکام ہوگئیں ......وہ آپ ﷺ کو خریدنے، بہلانے اور پھسلانے میں ناکام ہوگئے......اور ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ چچا ابوطالب آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑنے کیلئے بالکل تیار نہیں ہیں؛ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اسلام کو بڑی طاقت مل گئی؛ اس لئے اب اسلام کو سختی سے کچلنا ضروری ہوگیا۔ اسی لئے وہ تمام آپ ؐ کے قتل کے درپے ہوگئے۔

کفارِ قریش چچا ابوطالب کے پاس ایک خوبصورت نوجوان کو لے کر آئے اور کہا کہ اس نوجوان کو لے لیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردیں۔

فقال ابو طالب : بئس ما سمتمونی ادفع الیکم ابن اخی تقتلونه واتبنی ابنکم لکم وَ اَغذُوہ ھیھات و قالوا اعذرنا الیک فکان ذالک سبب دخول ابی طالب الشعب[1]

چچا ابوطالب نے کہا: بخدا تم نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اسے پالوں اور میرا بھتیجا مجھ سے مانگتے ہو کہ تم اسے قتل کرڈالو۔خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جب کسی اونٹنی کا بچہ گم ہوجائے تو اس کی مامتا کی تسکین کسی دوسرے بچے کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتی۔مطعم بن عدی بن نوفل (برادر ہاشم) بن عبدمناف نے

[1] البلاذری، الانساب الاشراف الجزء الاول، ص۵۳۹

کہا: اے ابو طالب تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم ان کی کوئی بات قبول نہیں کرتے ہو۔ ابو طالب نے مطعم کو جواب دیا ''بخدا! تم لوگوں نے مجھ سے انصاف نہیں کیا اور تم مجھے چھوڑ کر میرے خلاف لوگوں کا ساتھ دے رہے ہو۔ اچھا جو تمہارا جی چاہے کرو۔'' اس پر بات بڑھ گئی اور لڑائی ٹھن گئی۔ اس موقع ابو طالب نے مطعم بن عدی اور قبائل قریش میں سے دشمنی کرنے والوں پر تعریض کی اور یہ اشعار کہے۔[1]

الاقل لعمرو والولید و مطعم الا لیت حظی من حیاطتکم بکر

خبردار! عمرو ولید اور مطعم سے کہہ دو۔ وہ بھی سن لیں کاش تمہاری نگہداشت میں کا ایک جوان اونٹ مجھے مل جائے۔

اری اخوینا من ابینا و امنا اذا سئلا قال الیٰ غیرنا الامر

میں اپنے دو بھائیوں کو دیکھتا ہوں جو ہمارے باپ اور ہماری ماں سے ہیں کہ جب ان سے کوئی سوال کیا جاتا ہے تو وہ دونوں کہتے ہیں کہ یہ معاملہ دوسروں کے اختیار میں ہے

یلی لهما امرو لکن تجرجما کما جرجمت من رأس ذی العلق الصخر

معاملہ تو ان کے اختیار میں ہے لیکن وہ اپنے مقام و مرتبہ سے گر کر شکستہ ہو چکے ہیں اور ان کی حالت اس پتھر کی سی ہے جو ذی علق پہاڑ کی چوٹی سے گر کر شکست و ریخت کا سامان ہو جائے۔

هما اغمز اللقوم فی اخویهما و قد ا صبحا منهم اکفهما صغر

انھوں نے قوم کے روبرو اپنے بھائیوں کی عیب چینی کی اور ان کی شان گھٹائی۔ اور اب یہ حالت ہے کہ ان دونوں کی ہتھیلیاں بھائیوں سے خالی ہو گئی ہیں۔

اخص خصوصا عبد شمس و نوفلا هما نبذانا مثل ما نبذ الجمر

بالخصوص میری مراد بنی عبد شمس اور بنی نوفل سے ہے ان دونوں نے ہمیں اس طرح

---

[1] نقوش جلد ۱۱ ص ۱۵۷

اپنے سے جدا کر دیا ہے جس طرح آگ کی چنگاری کو پھینک دیا جاتا ہے۔

فاقسمت لا ینفک منهم مجاور یجاورنا ما دام من نسلنا شفر

میں نے قسم کھالی ہے کہ ان میں کا کوئی آدمی ہمارے پڑوس میں نہیں رہ سکتا جب تک ہماری نسل میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے

هما اشرکا فی المجد من لا اخاله من الناس الا ان یرس له ذکر

ان دونوں نے لوگوں میں سے ایسے شخص کو بزرگی میں شریک کرلیا ہے جس کی کوئی بزرگی نہیں ہے لیکن اس کی ذات کی حد تک اس کی تھوڑی سی شہرت ہے

ولیدا ابوه کان عبدا لجدنا الی علجة زرقاء جاش بها البحر

انھوں نے ولید کے ساتھ اشتراک کرلیا ہے جس کا باپ ہمارے دادا کا غلام تھا اور سب نیلے گدھے اکٹھے ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے سمندر جوش میں آگیا ہے یعنی جنگ کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔

و تیم و مخزوم و زهرة منهم وکانوا لنا مولی اذا ابتغی النصر

بنی تیم اور بنی مخزوم اور بنی زہرہ نے بھی انہیں کی رفاقت اختیار کرلی حالانکہ جب امداد طلب کی گئی تو وہ ہمارے حامی تھے۔ (اس شعر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ معاہدۂ ظالمہ میں بنوتیم، بنومخزوم، بنی زہرہ، بنی عبدشمس، بنی نوفل یہ سب بھی شامل تھے اور یہ ایک طرح کی جنگی حالت تھی۔)

فقد سفهت احلامهم و عقولهم و کانوا کجفر شرها جهلت جفر

وہ احمق قرار پائے اور ان کی عقلیں ماری گئیں۔ وہ جفر کی طرح ہوگئے بلکہ ان کے شر نے جفر کو بھی بھلا دیا[1]

نجاشی نے جس طرح مسلمانوں کا اکرام کیا اور قریش کی سفارت کو ناکام لوٹا دیا اس پر قریش بہت غصہ ہوئے۔ اور ان تمام نے مل کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق کیا **لما بلغ قریشا**

---

[1] سیرت ابن اسحاق ص ۲۰۳

فعل النجاشی لجعفر و اصحابه و اکرامه ایاهم کبر ذالک علیهم و غضبوا علی رسول الله ﷺ و اصحابه و اجمعوا علی قتل رسول الله ﷺ[1]

کفار نے قسم کھائی کہ وہ محمد ﷺ کو کھلے یا چھپے طور پر قتل کر دیں گے **و اقسمو بالله لیقتلن النبی ﷺ سرا او علانیة**[2]

کفار قریش آپ ﷺ کو قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن بنو عبد مناف سے خطرہ تھا کہ وہ خون کے بدلے خون کا مطالبہ کریں گے۔ (بنو عبد مناف کے چار گھرانے تھے ۱۔ بنو ہاشم، ۲۔ بنو مطلب، ۳۔ بنو عبد شمس، ۴۔ بنو نوفل) بنو عبد شمس اور بنو نوفل نے عام قبائل قریش کی حمایت کی۔ اس نئی صورت حال میں ابو طالب آپ ﷺ کی حفاظت کو لے کر حد درجہ پریشان رہنے لگے تھے۔ ابو طالب کے ذیل کے اشعار سے پریشانی اور کرب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تطاول لیلی بهم وصب و دمع کسح السقاء السرب

میری رات غم واندوہ اور قلت خوراک اور گریہ وزاری کے باعث طویل ہوگئی ہے جس طرح کسی سرنگ میں پانی بہایا جائے تو وہ دور تک چلا جاتا ہے۔

للعب قصی باحلامها و هل یرجع الحلم بعد اللعب

بنی قصی اپنی عقلوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور کیا کھیل کے بعد معقولیت واپس آجاتی ہے۔

ونفی قصی بن هاشم کنقی الطهارة لطاف الحطب

بنی قصی نے بنی ہاشم کو دور کر دیا ہے جس طرح باورچی ایندھن کی باریک لکڑیوں کو دور پھینک دیتے ہیں

وقول لاحمد انت امرؤ خلوف الحدیث ضعیف النسب

احمد ﷺ کو وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی باتیں احمقانہ ہیں اور کمزور نسب کے آدمی ہیں

---

۱ الطبقات الکبری تالیف محمد بن سعد بن منیع الزہری ص ۱۰۰۔ ۲ البلاذری، الانساب الاشراف الجزء الاول ۵۳۵

و ان کان احمد قد جاء هم بحق و لم یاتهم بالکذب

اگر چہ احمدﷺ ان کے پاس حق وصداقت کا پیغام لے کر آئے ہیں اور جھوٹ لے کر نہیں آئے۔

علی ان اخوتنا و ازروا بنی هاشم و بنی المطلب

بیشک ہمارے بھائیوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب پر بھاری بوجھ ڈال دیا ہے۔

و رمتم باحمد ما رمتم علی الاصرات و قرب النسب

تم نے رشتہ داری کے تعلقات اور نسبی قرابت کے باوجود احمدﷺ کو طرح طرح سے مطعون کیا۔

تنالون احمد او تصطلوا طبات الرماح وحد القضب

تم احمدﷺ کو حاصل کرنا چاہتے ہو حالانکہ تمہیں نیزوں کی مار اور کاٹنے والی تلواروں کی دھار کا سامنا کرنا پڑے گا۔

و تعترفوا بین ابیاتکم صدور العوالی و حباعصب

تم اپنے گھروں میں نیزوں کی بارش اور بدن کے پٹھوں کی تھکاوٹ کا اعتراف کرو گے۔[1]

چچا ابو طالب نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو آپﷺ کی حمایت کے لئے پکارا۔ چچا ابو طالب کے ذیل کے اشعار ملاحظہ کریں

حتی متی نحن علی فتنة یا هاشم والقوم فی محفل

اے بنی ہاشم! ہم کب تک فتنہ کا شکار رہیں گے، جب کہ قوم من حیث المجموع ہمارے خلاف متحد ہے۔

یا قوم ذودوا عن حماکم بکل مفصال علی مسبل

اے قوم اپنی چراہ گاہ کی حفاظت کرو اور شمشیر براں کے ساتھ ہر متکبر کے سر کچل دو

---

[1] سیرت ابن اسحاق ص ۲۲۱

و قد شهدت العرب فی فتیة عند الوغاء فی عشیر القسطل

عرب دیکھیں گے کہ گرد و غبار کی دھول میں ہمارے نوجوان معرکۂ کارزار میں برسرِ پیکار ہوکر جرأت و مردانگی کے جوہر دکھائیں گے۔[1]

ابو طالب نے اپنے جدِ اعلیٰ عبد مناف کے دو صاحب زادوں ہاشم اور مطلب کے خاندانوں کو جمع کیا اور انہیں آمادہ کیا کہ اپنے بھتیجے محمد ﷺ کی حمایت و حفاظت کا کام جو وہ اب تک تنہا انجام دے رہے تھے، اب سب لوگ مل کر یہ کام انجام دیں۔ سب افراد نے اس تجویز سے اتفاق کیا علاوہ ابولہب کے (اس نے مشرکین کا ساتھ دیا)۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب نے اعلان کردیا فَلاَ وَاللّٰهِ لا نُسلِمُهُ لِقَوْمٍ وَ لَمَّا نقض فیهم بِالسُّیُوْفِ قسم ہے خدا کی تلواروں سے فیصلہ کئے بغیر اسے ہم کسی قوم کے حوالہ نہیں کریں گے۔[2]

چچا ابو طالب کی پکار پر جب بنو المطلب بھی ساتھ ہو گئے اور اس شمولیت سے بنو ہاشم طاقتور ہو گئے تو چچا ابو طالب نے جنگ کی طرح ڈال دی۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

منعت الرسول رسول الملیک ببیض تلالا کلمع البریق

میں نے اس رسول کی حفاظت کی جو خدا کا رسول ہے۔ یہ کارروائی میں نے سفید تلواروں کے ساتھ کی جو بجلی کی طرح چمکتی ہے

بضرب یزبر دون التهاب جذار ا البوادر کا لجنفقیق

میں ان پر مضبوط اور کاری ضرب غصہ کے بغیر سنجیدگی کے ساتھ لگاتا ہوں اور یہ ضرب تلوار کی تیزی کے باعث شانوں کو کاٹ دیتی ہے۔

اذب داحمی رسول الملیک حمایة یحام علیه الشفیق

میں خدا کے رسول کی بکثرت زیارت کرتا ہوں اور ان کی حفاظت مسلسل اور پیہم کرتا ہوں جس طرح ایک مشفق کیا کرتا ہے

---

[1] سیرت ابن اسحاق ص ۱۹۴

[2] نقوش رسول اللہ ﷺ نمبر جلد دوم ص ۴۸۴

و مـــا ان ادب لا عــدائــه　　ربيـب البـكـار حـذارا الفنيق

اگر میں آنحضرتؐ کے دشمنوں کے لئے آہستہ چال چلوں تو میں ان جوان اونٹوں کی چال نہیں چلتا جو اصیل نسل کشی کے سانڈ اونٹوں سے بچے ہوئے چلتے ہیں۔

و لـكـن ازيـر لهـم ساميا　　كـمـازاد ليـث بـغيل مضيق

بلکہ میں ان کے مقابلے میں سر کو اونچا کر کے اس طرح دھاڑتا ہوں جس طرح تنگ کرنے والا شیر نر دہاڑتا ہے۔[1]

مذکورہ بالا اشعار آپؐ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھنے والوں کے خلاف اعلان جنگ ہیں۔

وفد نجاشی کا قبول اسلام

مسلمانوں کی بڑی تعداد حبشہ ہجرت کر چکی تھی بہت تھوڑی تعداد میں مکہ میں مقیم تھی۔ آپؐ پوری ثابت قدمی سے دعوت دین کا فریضہ انجام دے رہے تھے حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے سے اسلام کو نئی طاقت مل گئی تھی اور حبشہ میں مسلمان پر امن زندگی گزار رہے تھے عبداللہ بن حارث کے مندرجہ ذیل سے اندازہ ہوتا ہے:

يـــا راكـبـــا ابـلـغـــا عـنــى مـغـلـغـلـة

مــن كـــان يـــرجـــو ابـلاغ لله والـديـن

اے دو سوارو! میرا پیغام ان لوگوں کو پہونچا دو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی تبلیغ کے خواہش مند ہیں۔

كـل امـرى من عباد اللّـه مضـطهـد

ببـطــن مــكة مــقهــور و مــفتتــون

اللہ کے بندوں میں سے ہر ایک کو میرا پیغام پہنچا دو جو مکہ کی نشیبی سرزمین میں مظلوم، مقہور اور ابتلاء کا شکار ہیں۔

---

[1] سیرت ابن اسحاق ص ۱۹۴

انـــا وجـدنــا بـلاد الـلّـــه واسـعة

تـــنـجـی مـن الـذل والـمـخــزاة الهـون

کہ ہم نے اللہ کی زمین کو وسیع پایا ہے جہاں ذلت، رسوائی اور اہانت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

لا تـقيـمـوا عـلـــی ذل الـحيـاة ولا

خــزی الـمـمـات وعيــب غيـر مامون

اس لیے تم لوگ زندگی کی ذلت، موت کی رسوائی اور بدامنی کے فساد میں اپنے آپ کو مقید نہ کرلو۔[۱]

آپؐ مکہ میں مشکلات سے برسرِ پیکار تھے۔ اسی اثناء میں نجاشی نے ایک وفد آپؐ کے پاس بھیجا کہ وہ مکہ جاکر نبیؐ سے ملاقات کریں اور تفصیلات لیکر آئیں۔

یونس نے اسباط بن نصر ہمدانی کی وساطت سے اسماعیل بن عبدالرحمان کی روایت نقل کی ہے۔ اسماعیل نے کہا: نجاشی نے رسول ﷺ کی خدمت میں بارہ آدمیوں کا ایک وفد بھیجا تاکہ وہ آنحضرتؐ سے کچھ باتیں پوچھے اور تحقیق حال کے بعد اسے ٹھیک ٹھیک خبر دے۔ جب رسول اللہؐ نے ارکان وفد کے سامنے قرآن کی تلاوت کی تو وہ رونے لگے۔ یہ وفد سات راہبوں اور پانچ پادریوں یا پانچ رہبان اور سات پادریوں پر مشتمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

وَاِذَاسَمِعُوْ مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ☆ وَمَالَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاجَآءَ نَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ☆ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ☆

۱؎ سیرۃ ابن اسحاق ص ۳۰۷

اور جب وہ اس (کلام) کو سنتے ہیں، جو رسولؐ پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، اس وجہ سے کہ انہیں حق کی معرفت حاصل ہوگئی، وہ بول اٹھتے ہیں : اے ہمارے رب ! ہم ایمان لے آئے تو تو ہمیں (حق کی) گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور ہم اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ ہم اس بات کی خواہش اور توقع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل فرمائے گا۔

احمد نے یونس کی وساطت سے ابن اسحاق کی روایت نقل کی ہے۔ابن اسحاق نے کہا کہ میں نے مندرجہ ذیل آیات کے متعلق زہری سے پوچھا:(الف)**واذا سمعوا ما اُنزل الی الر سول** ...... الی قولہ **مع الشھدین**[۱]۔(ب)**واذا خاطبھم الجھلون قالو اسلاما**[۲] اور وہ جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔

زہری نے جواب دیا کہ میں اپنے علماء سے سنتا آیا ہوں کہ یہ آیتیں نجاشی اور اس کے رفقاء کے متعلق نازل ہوئیں۔[۳]

اس وفد کے تعلق سے مزید تفصیلات:

اَوَ لَمۡ یَکُنۡ لَّھُمۡ اٰیَۃً اَنۡ یَّعۡلَمَه عُلَمٰٓؤُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِ یۡل[۴]

کیا ان (اہل مکہ) کے لیے یہ کوئی نشانی نہیں ہے کہ اِسے علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں؟

سیرت ابن ہشام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کے زمانہ نزول سے قریب ہی یہ واقعہ پیش آچکا تھا کہ حبش سے حضرت جعفرؓ کی دعوت سن کر ۲۰ آدمیوں کا وفد مکہ آیا اور اس نے مسجد حرام میں کفّار قریش کے سامنے رسول ﷺ سے مل کر دریافت کیا کہ آپ کیا لائے ہیں؟ حضور ﷺ نے جواب میں ان کو قرآن کی کچھ آیات سنائیں۔اس پر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ اسی وقت آپؐ کے رسول برحق ہونے کی تصدیق کرکے آپؐ پر ایمان لے آئے۔پھر جب وہ حضورؐ کے پاس سے اٹھے تو ابوجہل قریش کے چند لوگوں کے ساتھ ان سے ملا

---

۱ المائدہ :۸۳۔ ۲ الفرقان،۶۳۔ ۳ سیرت ابن اسحاق ص ۳۰۵۔ ۴ الشعرآء ۲۶

اور انہیں سخت ملامت کی۔اس نے کہا:تم سے زیادہ احمق قافلہ یہاں کبھی نہیں آیا۔ نامرادو! تمہارے ہاں کے لوگوں نے تمہیں اس لیے بھیجا تھا کہ اس شخص کے حالات کی تحقیق کر کے آؤ،مگر تم ابھی اس سے ملے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ بیٹھے۔وہ شریف لوگ ابوجہل کی اس زجرو توبیخ پر الجھنے کے بجائے سلام کر کے ہٹ گئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتے،آپ اپنے دین کے مختار ہیں اور ہم اپنے دین کے مختار،ہمیں جس چیز میں اپنی خیر نظر آئی،اسے ہم نے اختیار کرلیا۔اسی واقعے کا ذکر سورۂ قصص میں آیا ہے کہ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْ مِنُوْنَ ☆وَاِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ قَالُوْٓ اٰمَنَّا بِہٖٓ اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّ بِّنَآ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِہٖ مُسْلِمِیْنَ ☆......وَاِذَاسَمِعُو االلَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ وَ قَالُوْ ا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ ☆[1] جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی،وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور جب وہ انہیں سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں:ہم اس پر ایمان لائے،یہ حق ہے ہمارے رب کی طرف سے،ہم اس سے پہلے بھی اسی دین اسلام پر تھے......اور جب انہوں نے بیہودہ باتیں سنیں تو الجھنے سے پرہیز کیا اور بولے:"ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے،تم کو سلام ہے،ہم جاہلوں کا طریقہ پسند نہیں کرتے"(کہ چار باتیں تم ہمیں سناؤ تو چار ہم تمھیں سنائیں)۔[2]

اس واقعے کو ابن ہشام اور بیہقی وغیرہ نے محمد بن اسحاق کے حوالہ سے اس طرح روایت کیا کہ ہجرت حبشہ کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دعوت کی خبریں حبش کے ملک میں پھیلیں تو وہاں سے ۲۰ کے قریب عسائیوں کا ایک وفد تحقیق حال کے لیے مکہ معظّمہ آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد حرام میں ملا۔قریش کے بہت سے لوگ بھی یہ ماجرا دیکھ کر گرد و پیش کھڑے ہو گئے۔وفد کے لوگوں نے حضورؐ سے کچھ سوالات کیے جن کا جواب آپؐ نے دیا۔پھر آپؐ نے ان کو اسلام کی طرف دعوت دی اور قرآن مجید کی آیات ان کے سامنے پڑھیں۔قرآن سن کر ان کی آنکھوں

---

[1] سورہ قصص:۵۲تا۵۵۔　[2] تفہیم القرآن ج سوم سورۃ الشعراء۔حاشیہ نمبر ۱۲۳ص ۵۳۷

سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے اس کے کلام اللہ ہونے کی تصدیق کی اور حضورؐ پر ایمان لے آئے۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو ابو جہل اور اس کے چند ساتھیوں نے ان لوگوں کو راستے میں جالیا اور انہیں سخت ملامت کی کہ بڑے نامراد ہو تم لوگ، تمہارے ہم مذہب لوگوں نے تم کو اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس شخص کے حالات کی تحقیق کر کے آؤ اور تم انہیں ٹھیک ٹھیک خبر دو، مگر تم ابھی اس کے پاس بیٹھے ہی تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے۔ تم سے زیادہ احمق گروہ تو کبھی ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ سلام بھائیو تم کو۔ ہم تمہارے ساتھ جہالت بازی نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہمارے طریقے پر چلنے دو اور تم اپنے طریقے پر چلتے رہو۔ ہم اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھلائی سے محروم نہیں رکھ سکتے۔[1]

ذرا غور کریں جس دور میں مکہ میں اہل اسلام کیلئے زمین تنگ ہو چکی تھی، انہیں حالات میں اسلام کا دائرہ مکہ سے نکل کر حبشہ اور شام تک پھیلتا جا رہا تھا۔ انہیں سخت حالات میں ان راہبوں اور پادریوں کے قبول اسلام سے اسلام کو ایک نئی طاقت مل گئی تھی۔ اور کفار مکہ کیلئے پریشانیاں مزید بڑھ گئی تھیں۔ وہ اسکو ایک بڑے خطرے کی تمہید کے طور پر دیکھ رہے تھے۔

وجوہِ مقاطعہ

ہزار سختیوں کے باوجود اسلام پھیلتا جا رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے اب یہ چند مجبور اور بے بسوں کا دین نہیں رہ گیا تھا۔ چچا ابو طالب بھتیجے کی حمایت میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کو مضبوطی سے جوڑ چکے تھے۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد حبشہ ہجرت کر چکی تھی اور وہاں انہیں امن وقرار حاصل ہو چکا تھا۔ عرب کی سفارت حبشہ سے رسوا و ذلیل ہو کر واپس آ چکی تھی۔ نجاشی نے جن لوگوں کو تحقیق حال کیلئے بھیجا تھا، وہ تمام مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ شاہ نجاشی مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ اسلام اب مکہ سے نکل کر حبشہ و شام تک پہونچ چکا تھا۔ کفار اس نئی صورتحال سے بہت خائف تھے۔ انہیں خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ مسلمان شاہ حبشہ

---

[1] سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۲۔ البدایہ، ج ۳، ص ۸۲۔ تفہیم القرآن ج سوم۔ القصص۔ حاشیہ ۷۲ ص ۶۴۵

سے ملکر قریش کو پاؤں تلے روند ڈالیں گے اور انکے سیاسی نظام میں خلل واقع ہو جائے گا۔ اب انکی نظر میں مسلمان محض حقیر و مظلوم نہ تھے۔ بلکہ ایسی جماعت کے شرکاء تھے جسکا حامی شاہ حبش تھا۔ اور مسلمانوں کی طاقت باوجود ظلم کے روز بروز بڑھتی ہی جارہی تھی۔ پس قریش نے مصمم ارادہ کرلیا کہ وہ اس ابھرتی ہوئی طاقت کو سختی سے کچل دینگے۔

ایک نئی حکمت عملی طے کرنے کیلئے 'تمام رؤساء مشرکین قریش و بنی کنانہ خیف بنی کنانہ میں جمع ہوگئے، بت پرستی پر جمع دینے کی قسمیں کھائیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں مذکور ہے۔

عَنْ اَبی هُرَيْرَةَ رضؓ قال "قال النّبی صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الغَدِ يوم النّحرِ وَهُوَ بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُوْن غَداً بِخَيْفِ بَنِى كَنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ يَعْنِى بِذَالكَ الْمُحَصَّبَ وَ ذالكَ اَنَّ قُرَيْشًا وَ كَنَانَةَ تَخَالَفَتْ عَلَى بَنِى هَاشِمٍ وَّ بَنِى عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَوْ بَنى المُطَّلِب اَنْ لا يُنَاكِحُوْهُمْ وَلَا يُبَا يِعُوْهُمْ حَتّى يُسْلِمُوْا اِلَيهِمُ النَّبی صلی اللہ علیہ وسلم.[1]

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ "یوم نحر کی صبح کو جب آنحضرت صلعم منیٰ میں تھے تو یہ فرمایا کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں قیام کریں گے جہاں لوگوں نے کفر کی حمایت کی قسم کھائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد محصب سے تھی۔ کیونکہ یہیں قریش اور بنو کنانہ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے نہ کردیں نہ ان کے یہاں نکاح کریں گے نہ ان سے خرید فروخت کریں گے۔

حدیث

حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنَ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسلِمٍ الْاَ وْزَاعیُّ حَدَّ ثَنِی الزُّهْرِیُّ حَدَّثَنِی اَبُوْ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ بِمِنىً

---

[1] بخاری شریف جلد اول، باب نزول النبی مکہ، باب ۱۰۰۶، حدیث ۱۴۹۶

نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْ عَلَى الْكُفْرِ وَ ذٰلِكَ اِنَّ قُرَيْشاً وَّ بَنِيْ كِنَانَةَ حَالَفَتْ عَلَى بَنِيْ هَاشِمٍ وَ بَنِي الْمُطَّلِبِ اَنْ لَّا يُنَا كِحُوْ هُمْ وَلَا يُبَايِعُوْهُمْ حَتّٰى يُسْلِمُوْا اِلَيْهِم رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَعْنِيْ بِذٰلِكَ الْمُحَصَّبَ۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے فرمایا اور ہم منیٰ میں تھے کہ ہم کل خیف بنی کنانہ میں اترنے والے ہیں جس جگہ کافروں نے کفر پر قسمیں کھائیں تھیں اور یہ کہ قریش اور بنو کنانہ نے قسم کھائی کہ وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ نہ نکاح کریں گے اور نہ ہی ان کے ساتھ خرید و فروخت کریں گے جب تک کہ وہ رسول ﷺ کو ان کے سپرد نہ کردیں یعنی وہ جگہ وادی محصب تھی۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَمْرِ و بْنِ عُثْمَا نَ عَنْ اُسَامَةَبْنِ زَيْد قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰه!اَيْنَ تَنْزِلُ غَداً؟ وَ ذٰلِكَ فِيْ حَجَّتِهٖ:قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ مَنْزِلًا؟ ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَيْفِ كِنَانَةَ (يَعْنِى الْمُحَصَّب)حَيْثُ قَاسَمَتْ قُرَيْشٌ عَلَى الْكُفْرِ،، وَذٰلِكَ اَنَّ بَنِيْ كَنَانَةَ حَا لَفَتْ قُرَيْشاًعَلٰى بَنِى هَاشِم اَنْ لايُنَا كِحُوْ هُمْ وَلا يُبَايِعُوْهُمْ قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالْخَيْفُ الْوَادِيْ،، اسامہ بن زید سے رروایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ !کل آپ جب مکہ میں پہنچیں گےتو کہاں اتریں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟ پھر فرمایا: ہم کل بنی کنانہ کے خیف یعنی محصب میں اتریں گے جہاں قریش نے قسم کھائی تھی کفر پر یعنی بنی کنانہ نے قریش کے ساتھ مل کر حلف لیا تھا کہ بنی ہاشم سے نہ نکاح کریں نہ ان سے بیع وشرا کریں۔ زہری نے کہا خیف وادی کو کہتے ہیں۔[2]

حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَل حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَمْرِ و بْنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْن عن عمر بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أسَا مَةَ بِنْ زَيْد قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

---

[1] صحیح مسلم شریف ج دوم. باب استحباب النزول بالمُحَصَّبِ یوم النَّفرِ. حدیث ۳۱۷۵۔ص ۲۲۰۔

[2] سنن ابن ماجہ ج دوم باب. دخول مکہ۔حدیث ۲۹۴۲۔ص ۵۹۵

اَیْنَ تَنْزِلُ غَداً فِی حَجَّتِہٖ قَالَ ھَلْ تَرَکَ لَنَا عَقِیْلٌ مَنْزِلاً ثُمَّ قَالَ نَحْنُ نَازِلُوْنَ بِخَیْفِ بَنِی کِنَانَۃَ حَیْثُ قَاسَمَتْ قُرَیْشٌ عَلَی الْکُفْرِ یَعْنِی الْمُحَصَّبَ وَذٰلِکَ أَنَّ بَنِی کِنَانَۃَ حَالَفَتْ قُرَیْشاً عَلٰی بَنِی ھَاشِمٍ أَنْ لَا یُنَا کَحُوْ ھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْ ھُمْ وَلَا یُؤْ وُوْ ھُمْ قَالَ الزُّ ھْرِیُّ وَالْخَیْفُ الْوَادِی.[1]

۲۴۲: احمد بن حنبل عبدالرزاق سے، وہ معمر سے، وہ زہری سے، وہ علی بن حسین سے، وہ عمرو بن عثمان سے، وہ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ حج میں کل کے دن کس جگہ اتریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا ہمارے لئے مکہ مکرمہ میں عقیل نے کوئی مکان چھوڑا ہے؟ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ بنی کنانہ کے خیف (محصب، بطحا اور ابطح) میں ٹھہریں گے کہ جس جگہ قریش نے کفر پر عہد لیا تھا یعنی (قبیلہ) بنی کنانہ نے قریش سے قسم کھا کر عہد کیا تھا بنی ہاشم کے سلسلہ میں کہ ہم لوگ ان لوگوں سے نکاح (وغیرہ) کا تعلق قائم نہیں کریں گے اور نہ ہی ان لوگوں کو پناہ دیں گے اور نہ ہی ان سے خرید و فروخت کریں گے نہ بیعت کریں گے امام زہریؒ نے فرمایا الخیف وادی کا نام ہے۔

مترجم نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

آنحضرتؐ جب تیرہویں ذی الحجہ کو منٰی سے لوٹے تو ابطح یعنی محصّب میں ٹھہر گئے۔ نبی کریمؐ کا وہاں اترنا قصداً تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار مقصود تھا کہ جس وادی میں کفر پر قسمیں کھائی گئیں اور مومنین سے مقاطعہ کیا گیا.(یعنی شعب ابی طالب میں) آج ان سب علاقوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو فاتح بنا کر مشرکین کو مغلوب کر دیا۔ گویا آپؐ کا وہاں اترنے سے مقصود اللہ کی نعمت کو یاد کرنا اور تحدیثِ نعمت تھا۔ وادیٔ محصب میں اترنا وہاں رات گزارنا مناسک حج میں سے نہیں ہے۔ آنحضرتؐ اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے، اس جگہ پر

---

[1] سنن ابوداؤد ج دوم۔ باب التَّحْصِیْب ص ۱۱۴

ٹھہرے۔حضرات خلفاء ثلاثہ ابوبکرؓ،عمرؓ،عثمانؓ کا یہی عمل رہا ہے۔احناف کے نزدیک وہاں اترنا مسنون ہے اگرچہ کچھ دیر کیلئے ہو یا کم از کم کچھ دیر کیلئے وہاں سواری روک لے۔[۱]

فلما رأت قريشٌ أن اصحاب رسولٌ قد نز لُوا بلَدًا اصابوا أمنًا و قرارًا،وأن النجاشی قد منع من لجأ اليه منهم وأ ن عُمَرَ قد اَسْلَم ،فكان هُو و حمزة بن عبد المطلب مع رسول اللهؐ و اصحا به و جعل الا سلام يفشو فی القبائل ، اجتمعو ا وا ئتمروا[۲]

پھر جب قریش نے دیکھا کہ اصحاب رسولؐ ایک دوسرے ملک میں امن وچین پا گئے ہیں اور نجاشی نے قریش کے وفد کو خالی ہاتھ لوٹا دیا ہے اور عمر بھی اسلام لے آئے ہیں اور عمر اور حمزہ بن مطلب نے اصحاب رسول میں شامل ہوکر (ان کی قوت کو بڑھا دیا ہے) اور اسلام پھیلتا جا رہا ہے،تو وہ سب (پریشان ہوکر) اکٹھا ہوئے اور آپس میں سازش کا خاکہ تیار کیا۔

بنی عبدشمس، بنی نوفل، بنی مخزوم، بنی لوی، بنی کعب، بنی زھرہ، بنی کنانہ خیف بنی کنانہ میں جمع ہوئے۔ابوطالب کے ذیل کے اشعار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اخص خصوصا عبد شمس و نوفلا هما نبذانا مثل ما نبذ الجمر

بالخصوص میری مراد بنی عبدشمس اور بنی نوفل سے ہے۔ان دونوں نے ہمیں اس طرح اپنے سے جدا کردیا۔جس طرح آگ کی چنگاری کو پھینک دیا جاتا ہے۔

و تيم و مخزوم و زهرة منهم و كانوا لنا مولی اذا ابتغی النصر

بنی تیم بنی مخزوم بنی زہرہ نے بھی انہی کی رفاقت اختیار کرلی حالانکہ جب امداد طلب کی گئی تو وہ حامی تھے۔[۳]

تداعت قر يش غثها و سمينها علينا فلم تظفروا طاشت حلومها

---

[۱] سنن ابوداؤد۔ج دوم۔باب التَّحْصِيْب [۲] الروض الانف۔الجزء الثالث ص۲۸۲۔ [۳] سیرت ابن اسحاق ص۲۰۳

قریش کے چھوٹے بڑے تمام لوگوں نے ہمارے خلاف محاذ بنا لیا لیکن ان کی کوششیں کامیاب نہ ہوئیں۔ بلکہ ان کی عقل ماری گئی اور ان کے منصوبے ناکام ہوئے۔[1]

اس اجلاس میں ابوجہل، ابوسفیان، نضر بن حارث، عتبہ، شیبہ، منصور بن عکرمہ الغرض تمام دشمنان اسلام اکٹھا ہوئے۔ بت پرستی پر جمع رہنے کی قسم کھائی اور غور وخوض شروع کیا۔

نضر بن حارث العبدری نے تجویز پیش کی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کا بائیکاٹ کر دیا جائے اور بازاروں میں ان کی آمدورفت روک کر ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا جائے۔ ان سے شادی بیاہ نہ کیا جائے۔ ان سے قطعاً صلح نہ کی جائے خواہ وہ کتنا ہی زور کیوں نہ لگائیں اور اس سلسلہ میں اس وقت تک کوئی نرمی نہ برتی جائے جب تک وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں۔

''نضر بن حارث کی یہ بات سب کو پسند آئی اور لوگ یہ بات سن کر بلند آواز سے نعرہ لگانے لگے اور کہنے لگے، یہ ہوئی نا بات! تم نے تو ہمارے منہ کی بات چرالی ہے۔ ہم بھی اسی نہج پر سوچ رہے تھے''۔[2]

کفار نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا۔

علامہ شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں ''قریش دیکھتے تھے۔ اس روک ٹوک پر بھی اسلام کا دائرہ پھیلتا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اس لئے اب یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے۔''[3]

کفار نے سوچا کہ اس مقاطعہ کے ذریعہ سے بنو ہاشم کی معاشی طور پر کمر ٹوٹ جائے گی۔ وہ بھوک سے یا تو مر جائیں گے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں گے یا اسے اسلام کی دعوت سے منع کر دیں گے۔

فاجتمع کفار قریش، و أغنياء مكة و على راسهم ابو لهب و كتبوا صحيفة اتفقوا فيها و تعاهدوا على مقاطعة بنى هاشم اقتصاديا و اجتماعيا حتى تكد

---

[1] سیرت ابن اسحاق ص ۱۹۶۔ [2] خواتین اہل بیت، احمد خلیل جمعہ ص ۸۹۔ [3] سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی، ج اول ۱۷۴

تجارتهم و يموتوا جوعاً فينفصلوا عن محمد و يخلعوه و يمنعوه من الدعوة الى الاسلام. عظمة الرسول.[1]

مقاطعہ کا فیصلہ اصلاً ایک جنگ تھی۔حرب اقتصادیہ

من مقاطعة الكفار للمسلمين نرى صورة من صورة الحرب التى كانت تكيدها قريش للرسولؐ۔[2]

یہ مقاطعہ اصلاً ایک طرح کی جنگ تھی۔ جوتھوپ دی گئی تھی۔یہ بغیر اسلحہ کے جنگ تھی۔

معاہدۂ مقاطعہ میں شامل قبائل

اس معاہدہ ظالمہ میں قریش اور بنوکنانہ شامل تھے کہنے سننے میں بظاہر یوں لگتا ہے کہ محض ایک چھوٹے سے گروہ نے اس مقاطعہ کا فیصلہ کیا تھا اور بقیہ قبائل اس میں شریک نہیں تھے اسلئے ان قبائل سے خرید وفروخت میں کوئی چیز مانع نہیں تھی۔جبکہ حقیقت اسکے برعکس تھی۔

قریش اور بنوکنانہ اس معاہدہ ظالمہ میں شریک تھے۔قریش کا مطلب؟ اسکا پورا شجرہ ہم نے کتاب کے اخیر میں درج کیا ہے۔قریش ایک بہت بڑا قبیلہ تھا۔ بنومخزوم، بنوعدی، بنوتیم، بنوزھرہ، بنواسد، بنوجمح، بنوعبدالدار، بنوعامر بن لوی، بنوحارث بن فہر۔

اور بنوکنانہ سے مراد؟

کنانہ۔بکر بن عبدمناۃ.

۱۔بنوضمرہ۔۲۔بنوغفار۔۳۔بنولیث۔۴۔بنودئل۔۵۔بنومدلج۔۶۔بنوخزیمہ۔[3]

قریش اور بنوکنانہ سے مرادارض مکہ پر بسنے والی ایک بہت بڑی تعداد اس مقاطعہ ظالمہ میں شامل تھی۔اور جو قبائل اس معاہدہ ظالمہ میں شریک نہیں تھے ان میں سے کسی نے ان محصورین کی کوئی مدد کی ہواسکی کوئی ذکر نہیں ملتا۔آج بھی یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ جب دنیا کی بڑی طاقتیں کسی ملک یا جماعت کے خلاف مقاطعہ یا پابندی لگاتی ہیں تو دوسرے ممالک یا گروہ

---

[1] محمد عطية الابراشى ص ۱۴۸۔[2] فقہ السیرۃ۔زید بن عبدالکریم الزید ص ۲۱۸۔[3] نقوش رسول نمبر۔ج ۵۔۴۴۷

باوجود ہمدردی رکھنے کے کچھ بھی تعاون کرنے کی ہمت نہیں جٹا پاتے۔اسی طرح قریش اور بنو کنانہ کی طرف سے عائد پابندی کے خلاف بھلا کون ہمت کرسکتا تھا۔

مقاطعہ اوراس کی حیثیت

جزیرۂ عرب میں جب کسی کو قبیلہ سے نکال دیا جاتا تو اس کی حیثیت اتنی ناچیز ہوجاتی تھی کہ اسے قبائل جرگہ میں انصاف کی درخواست کرنے کا حق بھی نہیں پہنچتا تھا۔جزیرۂ عرب میں قبیلہ سے خارج ہونے والا شخص تمام سماجی اور معاشی حقوق سے محروم ہوجاتا تھا۔دوسرے لفظوں میں اس سے زندہ رہنے کا حق بھی چھین لیا جاتا تھا۔[1]

پورا سماج خواہی نہ خواہی اسی معاہدہ کا پابند تھا۔اگر کوئی دل سے اس کا مخالف بھی تھا تو اسے ڈر تھا کہ اگر وہ اس کی مخالفت کرے گا تو اس کا بھی یہی حشر ہوجائے گا۔

بچیاں بڑی ہوگئیں ہیں۔ان کا نکاح کرنا ہے۔لیکن سماجی مقاطعہ ہے کہ ان کی لڑکی سے کوئی رشتہ نہ کرے۔ان کو یوں ہی چھوڑ دو یا انہیں بوڑھا ہونے دو۔ان کی نسلیں ختم ہوجانے دو۔یہ لوگ سماج کے خلاف چلنے والے لوگ ہیں۔یہ محمدؐ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے تو ہم ان کو نیست و نابود کردیں گے۔

کیا ایسا مقاطعہ یا اس طرح سماجی بائیکاٹ قید سے ہلکا ہوتا ہے۔کیا فصیلوں یا دیواروں سے پیچھے قید ہونا ہی بڑی بات ہے۔سماج کے اندر کھینچی گئی غیر مرئی لکیر....کھودی گئی غیر مرئی خندق....تعمیر کی گئی غیر مرئی بہت موٹی بہت اونچی دیوار جو مقاطعہ کی شکل میں ہے،یہ کچھ کم ہے؟

یہ ضروری نہیں کہ جب معاہدۂ مقاطعہ طے پارہا تھا،سب کے جذبات بالکل ایک جیسے رہے ہوں۔بہت سے لوگوں کے دلوں میں اس فیصلہ کے خلاف جذبات بھی تھے۔تحریک نقض صحیفہ کے وقت جو لوگ پیش پیش تھے انہوں نے یہ برملا اظہار کیا کہ ہم اس وقت بھی راضی نہ تھے جب یہ لکھا جارہا تھا اور خود ابوطالب کے اس شعر سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

---

[1] محمد الرسولؐ۔ج اول خواجہ شمس الدین عظیمی انٹرنیٹ سے

تداعی لها من لیس فیها بقربة فطائرها فی أوسطها یتردد

اس دستاویز کے معاملے میں وہ لوگ بھی اکھٹے ہوگئے جنکا اس سے کوئی قریبی تعلق نہ تھا۔اوراس دستاویز کی نحوست انکے بین السطور میں پھڑ پھڑا رہی تھی ۔[۱]

کان من قریش من یکرہ مار کبوبه بعض قریشی اس معاہدہ کوناپسند کرتے تھے[۲]

لیکن جب یہ معاہدہ طے پا رہا تھا،اس وقت کسی نے کھل کر مخالفت نہیں کی تھی ۔شاید یہ حالات کے دباؤ کا نتیجہ تھا۔لیکن جیسے جیسے اس معاہدہ کوسختی سے نافذ کیا جانے لگا اور بعض اقدامات ایسے بھی سامنے آئے جو معاہدہ کی شق میں نہیں تھے،تب اختلاف شروع ہوا۔

محاصرہ کی شدت سے جوصورت حال بنی اس نے لوگوں کومتاثر کرنا شروع کردیا۔وہ آہستہ آہستہ اس معاہدہ کے خلاف ہونے لگے۔ مطعم بن عدی جس نے خود آگے بڑھ کر اس معاہدے کو چاک کیا، یہ وہ شخص ہے جو اُس وقت موید ین میں سے تھا جس کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔اس کا دل محصورین کی پریشانی دیکھ کر ہی پسیجا تھا۔

تخصیص بنو ہاشم کیوں؟

بنو ہاشم اور بنوامیہ عبد مناف کی اولاد تھے۔ان کے مابین پہلے سے رقابت چلی آرہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔عرب کے رائج قبیلوی دستور کے مطابق حضور کو کفار قریش کے حوالے کردینے کی ذمہ داری صرف بنو ہاشم پر آتی تھی ۔اسی لئے کفار بنو ہاشم کے سردار ابوطالب کے پاس بار بار سفارت لے کر آتے تھے کہ وہ آپ ﷺ کو ان کے حوالہ کردیں۔ لیکن چچا ابوطالب نے بالکل صاف انکار کردیا۔یہی سبب تھا کہ تمام کفارِ قریش کی نگاہ میں بنو ہاشم ہی اصل مجرم تھے۔ چچا ابو طالب نے بنو مطلب کو بھی قبیلوی حمایت میں اکٹھا کرلیا تھا اس لئے وہ بھی اس زد میں آتے تھے۔

۱؎ ابن اسحاق ص ۲۳۰۔

۲؎ انساب الاشراف میں محاصرہ شعب ابی طالب کی تفصیلات کا جائزہ مجموعہ مقالات سیرت سیمنار ۲۰۱۴ دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

کفار کا یہ سوچنا تھا کہ بنو ہاشم پر مقاطعہ سخت کر دیں گے تو یہ خود بخود تنگ آ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کر دیں گے۔ یا ایک نہ ایک دن تمام محصورین گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو ہی جائیں گے اور خود محمدؐ ان مصائب سے تنگ آ کر دعوت وتبلیغ سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔

اس مقاطعہ کے ذریعہ سے دیگر قبائل کے مسلمان کاٹ دئے جائیں گے تو وہ خود بھی اندر سے کمزور پڑ جائیں گے۔ اور بہرحال دوسرے قبائل کے مسلمانوں کا جرم ان کی نگاہ میں ثانوی حیثیت رکھتا تھا۔ اور وہ بعد میں ان سے نمٹ لینے پر خود کو قادر پاتے تھے۔

''کفر کو جو بھی دشمنی تھی وہ دراصل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ بنو ہاشم کے غیر مسلم بیشک ان منکروں کے ہم مذہب تھے۔ لیکن وہ یہ جذبہ رکھتے تھے کہ ان کی بلا سے غیر مسلم ہاشمی بھی ختم ہو جائیں لیکن ان کے ساتھ اگر رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی بے بس کر دیا جائے تو خود بخود سارا قصہ پاک ہو جائے گا۔ اس لئے انہوں نے بھی اپنی ساری توجہ بنی ہاشم ہی کے مقاطعہ پر مرکوز کر دی۔''[1]

مکی کفار بڑے گھاگھ سیاست داں تھے۔ مقاطعہ کا یہ فیصلہ یونہی رواروی میں نہیں کیا تھا اور خاص کر بنو ہاشم کے مقاطعہ کی تخصیص بلاوجہ نہ تھی۔ یہ ان کی گہری سیاسی نکتہ رسی تھی۔ کیونکہ دس قبائل اور ان کے حلیفوں میں سے کوئی بھی ایسا قبیلہ نہ تھا جہاں ایک یا دو فرد مسلمان نہ ہوئے ہوں۔

بنی عبد شمس سے عتبہ کا بیٹا ابوحذیفہؓ مسلمان ہو کر حبشہ ہجرت کر چکے تھے۔ بنی مخزوم سے ابوجہل کا سگا بھائی سلمہؓ بن ہشام، سوتیلا بھائی عیاشؓ بن ربیعہ، بنی امیہ سے حضرت عثمانؓ، ابو سفیان کی بیٹی ام حبیبہؓ اور داماد، بنی عدی سے عمر بن خطابؓ، بنو حارث بن فہر سے حضرت عبیدہ بن جراحؓ، بنی جمح سے حضرت عثمانؓ بن مظعون، بنو تیم سے حضرت ابوبکرؓ صدیق، بنو عامر بن لوی سے حاطبؓ بن عمر، بنو سہم سے حضرت خنیسؓ بن حذافہ، بنو زہرہ سے حضرت سعد بنؓ ابی وقاص۔ کفار تمام مسلمانوں کا دفعتاً بائیکاٹ کرنے میں ایک بڑا خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ اگر حضرت عمرؓ

---

[1] ''پیغمبر انسانیت''، مولانا جعفر شاہ پھلواری صفحہ ۱۵۷

کوشامل کرتے تو بنی عدی حضرت عمرؓ کی حمایت پر اتر آتے ۔ اگر حضرت عثمانؓ سے مقاطعہ کرتے تو سارے بنی امیہ ان کی حمایت میں کفار قریش کا ساتھ چھوڑ دیتے ۔ وہ تمام قبائل اپنے مسلم فرد کی حمایت پر اسی طرح آمادہ ہو جاتے جس طرح ابو طالب کی آواز پر تمام مسلم و کافر ہاشمی حمایت کے لئے مجتمع ہو گئے ۔ ان تمام سے ایک ساتھ تعرض کے معنی خانہ جنگی تھی ۔ ان سب کا مقابلہ و مقاطعہ قریش کے بس کی بات نہ تھی ۔

معاہدۂ مقاطعہ

عبارت وتشریح

کفار خیف بنی کنانہ میں جمع ہوئے۔ اس جگہ کو ابطح اور مُحصّب بھی کہتے ہیں۔ یہیں بیٹھ کر تاریخی ''بائیکاٹ'' کا فیصلہ لیا گیا۔ مقاطعہ کا تحریری عہد نامہ مختصر اور جامع الفاظ میں چمڑے کے ورق پر لکھا گیا۔ اس پر تین مہریں لگائی گئیں۔ و ختمو اعلیها ثلاثة خواتیم.[1] اس عہد نامہ کو مقدس اور واجب التعمیل بنانے کے لئے ''سبع معلقات'' کی طرح بیت اللہ کی چھت سے لٹکایا گیا۔

بائیکاٹ کی یہ دستاویز یکم محرم ۷نہ نبوی بمطابق ۶۱۷ء کو ضبط تحریر میں لائی گئی۔[2]

وَ عَلَّقُوْهَا فِی جَوْفِ الْکَعْبَة هلال المحرم سنة سبع من النبوة ۶۱۷ء[3]

انھوں نے اسے جوف کعبہ میں یکم محرم الحرام یعنی نبوت کے ساتویں سال لکھ کر لٹکا دیا۔

و بدأ الحصار هلال المحرم سنة سبع من النبوة کما عرفنا و کانت مدة هذا الحصار الظلوم ثلاث سنین.[4]

کان ابتداء حصر هم فی المحرم سنة سبع من البعث[5]

یہیں سے حصار کی مدت کا آغاز ہوتا ہے۔ حصار کی مدت تین سال پر محیط رہی۔

---

[1] امتاع الا سماء للمقریزی ج اول ص ۲۵۔ [2] سیرت احمد مجتبیٰ۔ ظہور قدسی سے مسجد قباء تک ص ۳۲۸۔
[3] محمدؐ رسول ۔ تالیف محمد رضا، ص ۱۳۴۔ [4] الجامع الصحیح للسیرة النبویة ۔ ۱۳۷۶
[5] فتح الباری ج اول ص ۴۶۸

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مجموعة الوثائق السياسية میں ابن اسحاق، ابن سعد اور ابن ہشام کے حوالے سے اس مقاطعہ کے الفاظ اس طرح لکھے ہیں۔

باسمک اللهم علی بنی هاشم و بنی المطلب علی ألا ینکحوا الیهم و لا ینکحوهم و لا یبیعوهم شیئا و لا یبتاعو منهم و لا یعاملوهم حتی یدفعوا الیهم محمدا فیقتلوه.[1]

یہ معاہدہ اللہ کے نام سے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کے خلاف ہے کہ وہ بنی ہاشم کو نہ بیٹی دیں گے نہ ان کی بیٹی لیں گے؛ نہ ان سے کچھ خرید یں گے نہ ان کے ہاتھ کچھ فروخت کریں گے؛ نہ کسی معاملہ میں ان سے میل جول کریں گے۔ (یہاں تک کہ وہ محمد کو قتل کے لئے ان کے حوالے کر دیں)

و لا یخالطو هم فی شیٔ[2] نہ ہی ان سے کسی قسم کا میل جول رکھیں گے

ولا یکَلمُو هم.[3] اور نہ ہی ان سے کلام کریں گے۔

و لا یجالسوهم[4] اور نہ ہی ان کے ساتھ بیٹھیں گے۔

و لا یدخلو بیوتهم[5] نہ ان کے گھروں میں داخل ہوں گے۔

و لا یقبلوا من بنی هاشم ابدا صلحًا[6] بنی ہاشم سے کسی طرح بھی صلح قبول نہ کریں گے

۱۔ الوثائق السياسية للعهد النبوی و الخلافة الراشده ۔ محمد حمید الله ۔ دار النفائس بیروت ۱۹۸۵/۱۴۰۵ھ

۲۔ البلاذری انساب الاشراف الجزء الاول، ص۵۴۳، الطبقات الکبری تالیف محمد بن سعد بن منیع الزہری۔ص۱۰۰، السیرة النبویة عرض ووقائع وتحلیل اُحداث ۲۳۶ الدکتور علی محمد الصلابی: دلائل النبوة۔ الحافظ الکبیر ابی نعم ج اول، ص۲۷۳۔

۳۔ امتاع الاسماء للمقریزی ج اول ص۲۵۔ جوامع السیرة وخمس رسائل اخری۔ ابن حزم اندلسی ص۶۴۔

۴۔ السیرة النبویة عرض ووقائع وتحلیل اُحداث، ص۲۳۶، سیرة المصطفی ج دوم ص۲۹۹، امتاع الاسماء للمقریزی الجزاء الاول ص ۲۵ دلائل النبوة۔ حافظ الکبیر ابی نعم ج اول، ص۲۷۳۔

۵۔ السیرة النبویة عرض ووقائع وتحلیل اُحداث ۲۳۶۔ دلائل النبوة، الحافظ الکبیر ابی نعیم، الجزاء الاول ص۲۷۳

۶۔ الطبقات الکبری جزء اول تالیف محمد بن سعد بن منیع الزہری۔ص۱۵۸، والسیرة خدیجہ عبد الحمید محمود۸۹، والسیرة النبوة عرض ووقائع وتحلیل اُحداث ۲۳۶ الدکتور علی محمد الصلانی تاریخ الاسلام ووفیات الشاہیر الاسلام جزء الاول۔ محمد عثمان الذہبی

و لا یقبلوا منھم صلحاً[1]

و لاتأخذھم بھم رأفة[2] اور نہ ان پر ترس کھائیں گے

و لا یدخلوا الیھم شیئًا من الرفق[3] اوران کے ساتھ کسی طرح کا نرمی کا برتاؤ نہیں کریں گے۔

حتی یدفعو الیھم محمداً فیقتلوہ[4]

حتّٰی یُسلِموہ لِلُقَتُل[5]۔ یہاں تک کہ وہ انہیں قتل کیلئے حوالہ کردیں۔

حتیٰ یُسلِموا الیھم رسول اللہ للقتل؛[6] جب تک کہ وہ آنحضرت صلعم کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہ کریں

معاہدہ کی اس شق پر علامہ شبلیؒ کا یہ تبصرہ

''اس معاہدہ کا ذکر طبری (جلد سوم صفحہ ۱۱۸۹) ابن سعد اور ابن ہشام وغیرہ نے تفصیل سے کیا ہے۔لیکن یہ الفاظ کہ وہ محمد ﷺ کو قتل کے لئے حوالہ کردیں صرف مواہبہ لدینہ میں مذکور ہے۔''[7]

علامہ شبلیؒ کے تبصرہ پر تبصرہ

علامہ شبلیؒ نے اس موقع پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس معاہدہ کا ذکر طبری اور ابن سعد وغیرہ نے تفصیل سے کیا ہے لیکن یہ الفاظ کہ وہ محمد کو قتل کے لئے حوالہ کردیں صرف مواہبہ لدنیہ میں مذکور ہے۔گذارش ہے کہ یہ الفاظ مواہبہ لدنیہ کے سوا حافظ ابن کثیر کی تاریخ ،البدایہ والنھایہ

۱؎ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر الاسلام جزءالاول۔محمد عثمان الذہبی۔

۲؎ الطبقات الکبری جزءاول ابن سعد اص ۱۵۸ اوالسیر ۃ النبوہ عرض ووقائع وتحلیل اُحداث ۲۳۶ ،تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والاعلام جزءالاول۔محمد عثمان الذہبی۔

۳؎ الطبقات الکبری جزءاول ابن سعد،ص ۱۵۸

۴؎ الوثائق السیاسیہ للعھدی النبوی و الخلافۃ الراشدۃ

۵؎ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام جزء الاول۔محمد عثمان الذہبی البدایہ والنھایہ.الجزءالثالث.ص ۷۰

۶؎ الخصائص الکبری ۔الحافظ جلال الدین ج اول ص ۲۷۳ والسیر ۃ النبوۃ عرض ووقائع وتحلیل اُحداث ۲۳۶ الدکتور علی محمد الصلابی،عیون الاثرج اول ص ۲۲۲ ،دلائل النبوۃ۔الحافظ الکبیر ج اول ص ۲۷۳۔

۷؎ سیرت النبی ﷺ جلد اول ص ۱۷۴،علامہ شبلی نعمانی

میں بھی مذکور ہے جوانہوں نے موسی ابن عقبہ سے نقل کیا ہے۔[۱]

معاہدۂ مقاطعہ عبارت وتشریح

اس معاہدۂ مقاطعہ کی ایک ایک شق پرغور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ کس قدر دوررس اثرات کا حامل تھا اور یہ کہ اس کی ایک ایک شق کس قدر غور وخوض کے بعد طے کی گئی تھی۔

فی عدم الزواج بین الطرفین (شادی بیاہ کی ممانعت)

شادی و بیاہ سے الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے۔ دو خاندان جڑتے ہیں لیکن اس پر پابندی سے نئے رشتے ناطے بالکل نہیں بنیں گے۔ اوراس کی وجہ سے خاندان کا ایک حصہ بالکل الوف ہوجائے گا۔نکاح نسلوں کے تسلسل وبقا کا ذریعہ ہے۔اس کے انقطاع سے نسلوں کا تسلسل منقطع ہوجائے گا۔

و فی النھی عن البیع و الشری (خرید وفروخت کی ممانعت)

بیع وشری-- خرید وفروخت سے اقتصادی حالت بہتر ہوتی ہے اس پر پابندی لگا کر ایک خاندان کو معاشی واقتصادی طور پر ختم کردینا تھا اور حد درجہ پریشانی میں دھکیل دینا تھا۔ یہ ایک اقتصادی حصار بندی تھی۔تاکہ معاشی شہ رگ کٹ جائے اور یہ خاندان معاشی طور سے تباہ وبرباد ہوجائے۔

وہ کچھ بھی خرید نہ پاتے تھے۔ان کے لئے قیمتیں بڑھادی جاتی تھیں۔وہ بھوک سے تڑپتے تھے، فاقوں پر فاقے کرتے تھے۔مقاطعہ ظالمہ کرنے والوں کا عزم یہ تھا۔

و لا یبیعو ھم شیئا ولا یبتاعوا منھم یدعوا سببا من اسباب الرزق یصل الیھم[۲]

نہ انہیں کچھ بیچیں گے نہ ہی ان سے کچھ خریدیں گے خوراک ورسد کا ایک دانہ بھی ان تک پہنچنے نہ دیں۔

---

۱ سیرۃ المصطفی، ص۲۹۵۔

۲ الیسرۃ النبویۃ عرض وقائع ۔ص ۲۳۶

ان پرخرید وفروخت کے دروازہ بند کردئے تھے اور ایسی صورت بنادی تھی کہ بازار میں انکے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑتے تھے، سب کچھ خرید لیتے تھے۔ انکے خریدنے کیلئے کچھ بچتا ہی نہ تھا۔

وقطعوا عنهم الاسواق و لم يتركو طعاماً و لا اداما الا بادروا اليه و اشتروه دونهم[۱]

ایسا اصلاً انہیں بھوکا مار دینے کے لئے ہی تھا۔ اور یہی معاہدہ کا مقصود بھی تھا کہ یا تو یہ بھوکے مر جائیں یا گھبرا کر محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالہ کردیں۔

وقطعو اعليهم الأ سواق ،فلا يتركون طعاماً يدنو من مكة ولا بيعاً اِلّا بادروا اليه ليقتلهم الجوع مايريدوُن أن يتنا ولوا بذ لك سفك دم رسولؐ :[۲]

و فی عدم مجالستهم و مخالطتهم (ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کی ممانعت)

کیونکہ مل بیٹھنے اور کلام واختلاط سے ہی لوگ اسلام قبول کرتے چلے جارہے تھے۔ اس پر پابندی لگادی تا کہ ملنا بیٹھنا بالکل نہ ہو۔ تبلیغ اسلام کا سلسلہ بالکل سے رک جائے، ایسا اس لئے بھی کہ باہم مل بیٹھنے سے رفق اور نرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی جذبہ سے لوگ محصورین کی مدد کرتے اور پکڑے بھی نہ جاتے۔ تو ایسی صورت میں یہ مقاطعہ بالکل بے معنی ہوکر رہ جاتا۔

و لا يدخلوا بيوتهم (گھروں میں داخل ہونے کی ممانعت)

جب گھروں میں آنا جانا ہوگا تو بھوک افلاس، قلت غذا، مرض یہ سب کچھ دیکھنے کو ملے گا اور نتیجے میں رحم پیدا ہوگا تو ایسی صورت میں یہ بائیکاٹ بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔ اس لئے ان ظالموں نے گھروں میں آنے جانے پر پابندی لگادی تھی۔

و لا تقبلوا منهم صلحاً (صلح کی ممانعت)

ان سے صلح نہیں کرنا ہے۔ صلح صرف اسی بات پر کہ وہ محمد ﷺ کو قتل کے لئے حوالہ کردیں۔

۱۔ الطبقات الکبری تالیف محمد بن سعد بن منیع الزھری۔ ج اول ص ۱۵۸۔

۲۔ دلائل النبوة۔ الجزء لاول ۔ الا صبهانی ص ۲۷۳ . ص ۲۳٦

تعلیق الصحیفة فی الکعبة

اس صحیفۂ ظالمہ کو انھوں نے خانہ کعبہ میں اس لئے لٹکا ردیا تھا تا کہ اس کے ذریعہ سے اس کو مذہبی تقدس فراہم کرنا تھا کہ کوئی اس کے خلاف کچھ بھی بول نہ سکے۔

و علقوا الصحیفة فی جوف الکعبة[1] اس صحیفۂ قاطعہ کو کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا

ثم علقوا الصحیفة فی جوف الکعبة توکیدا علی انفسهم[2]

ایسا سخت فیصلہ انھوں نے انتقاماً کیا تھا۔

انهم اتفقوا و تعاهدوا علی مقاطعتهم مقاطعة تامة انتقاما منهم لاسلامهم و دفاعهم عن رسول الله صلعم و کتبوا بذلک صحیفة توکیدا لانفسهم و علقوها فی جو ف الکعبة[3]

ان کا یہ اجتماعی فیصلہ اور مکمل بائیکاٹ پر باہم عہد لینا محض اس بنا پر تھا کہ وہ ان سے ان کے اسلام قبول کرنے اور حضور پاک ﷺ کی حفاظت کرنے کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور اس بائیکاٹ کے نفاذ کو یقینی بنانے اور ہر ایک پر اس کو مسلط کرنے کی غرض سے اسے ضبطِ تحریر میں لے آئے تھے اور پھر اسے خانۂ کعبہ میں لٹکا دیا تھا۔

معاہدہ مقاطعہ کا کاتب کون تھا، اس سلسلے میں آراء مختلف ہیں۔

اسے منصور بن عکرمہ نے لکھا؛[4]

اسے بغیض بن عامر بن ہاشم نے لکھا۔[5]

زیادہ تر سیرت نگاروں نے منصور بن عکرمہ کو ہی کاتب ٹھہرایا ہے۔ کاتب صحیفہ کے لئے آپ ﷺ نے بد دعا فرمائی جس کی وجہ سے اس کی انگلیاں شل ہو گئیں۔ وہ ان انگلیوں کو

---

[1] الطبقات الکبری تالیف محمد بن سعد بن منیع الزهری۔ ص ۱۰۰ الطبقات الکبری ابن سعد الجزالاول ص ۱۵۸ البلاذریؒ انساب الاشراف الجزءالاول ص ۵۴۳۔

[2] السیرة النبوة عرض ووقائع وتحلیل اُحداث ۲۳۶۔

[3] محمد رسول الله تالیف محمد رضا۔

[4] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۰۷۔ البلاذری انساب الاشراف جزء اول ۵۴۵۔

[5] زاد المعاد مترجم ڈاکٹر مقتدی حسن ازهری ۱۸۷، عیون الاثر ج اول ۱۶۰

حرکت بھی نہیں دے سکتا تھا۔

فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَشُلَّتْ يَدُهٗ[1]

فَشُلَّتْ يَدُهٗ يَوْمَ خَطَّهَا[2]

فدعا رسولؐ فشلَّ بعض أ صابِعِهِ[3]. "رسولؐ نے کاتب کیلئے بدعا کی اسکے ہاتھ کی انگلیاں شل ہوگئیں۔

اس صحیفہ قاطعہ پر تین مہریں لگائی گئی تھیں

ختموا عليه ثلاثة ختام[4]

صحیفہ قاطعہ کہاں رکھا گیا تھا؟

یہ صحیفہ قاطعہ جوف کعبہ میں رکھا گیا تھا۔ زیادہ تر سیرت نگاروں نے یہی لکھا ہے لیکن کچھ سیرت نگاروں کی رائے ہے کہ وہ معاہدہ ام الجلاس بنت مخربۃ الحنظلیۃ کے پاس رکھا گیا تھا۔ جو ابوجہل کی خالہ تھی۔[5]

ایک...... دوسری روایت یہ ہے کہ **ويقال على يد ام ابی جهل وهی اسماء بنت مخرَّبة بن جندل بن ابير بن نهشل بن دارم**[6] (ابوجہل کی ماں کے پاس رکھا گیا تھا)

ابتداءً تو یہ معاہدہ مقاطعہ جوف کعبہ میں لٹکا کے رکھا گیا تھا۔ ایسا اس لئے بھی ضروری تھا کہ اس کو مذہبی تقدس فراہم کیا جانا تھا لیکن چونکہ اس مقاطعہ کی مدت لامحدود تھی اس صحیفہ کی حفاظت بھی مقصود تھی اس کو یقیناً بحفاظت رکھ دیا گیا ہوگا۔ ایسی صورت میں قیاس یہی کہتا ہے کہ اس مقاطعہ کا سرخیل و روح رواں ابوجہل ہی تھا بھلا اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے۔ اس لئے یہ بات زیادہ قرین قیاس لگتی ہے کہ یہ معاہدہ بحفاظت ابوجہل کی ماں کے پاس رکھا گیا ہوگا۔

---

۱ محمد رسول اللہؐ: تالیف محمد رضا ۱۳۴　۲ البلاذری انساب الاشراف الجزء الاول ۵۴۵، الطبقات الکبریٰ، الجزء الاول ص ۳۱۳ زاد المعاد مترجم مقتدی حسن ازھری ص ۱۸۷۔　۳ البدایہ والنہایۃ۔ الجزء الثالث ص ۱۷۔
۴ امتاع الاسماء للمقریزی ج اول ص ۲۵۔　۵ الطبقات الکبریٰ جزء اول ص ۳۱۴، طبقات ابن سعد حصہ اول اردو ترجمہ، ص ۳۰۸۔　۶ جمھرۃ النسب لابن الکلبی۔ الجزء الاول۔ ص ۴۹۴

معاہدۂ مقاطعہ کے بعد

چچا ابوطالب کا ردعمل

قریش نے باہم مشورہ سے مقاطعہ کا فیصلہ کرلیا۔ جب چچا ابوطالب کو خبر ہوئی تو انھوں نے برملا اس معاہدہ مقاطعہ کے خلاف اشعار کہے

الا ابلغا عنی علی ذات نایھا لؤیا و خصا من لؤی بن کعب

خبردار تم دونوں میری طرف سے بنی لویٰ اور بالخصوص بنی لوی میں سے بنی کعب کو وہ بات پہنچادو جو ظاہر ہوچکی ہے

الم تعلموا انا وجدنامحمدا نبیا کموسیٰ خط فی اول الکتب

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدﷺ کو موسیٰؑ جیسا نبی پایا ہے جن کا ذکر پہلی کتابوں میں لکھا ہوا موجود ہے

وان علیہ فی العباد محبة ولاخیر فیمن خصه الله بالخب

اللہ کے بندے محبت کے ساتھ آپﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے فریب کاری اور خیانت کے لئے مخصوص کردیا ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے

و ان الذی اضفتم فی کتابکم لکم کائن نحسا کراغیة السقب

جو کچھ تم نے اپنی دستاویز میں قلم بند کیا ہے اونٹنی کے نوزائدہ بچے کی آواز کی طرح اس کی نحوست کا وبال تم پر پڑے گا

أ فیقوا أفیقوا أن یحفر الثری و یصبح من لم یجن ذنبا کذی الذنب

نیند سے بیدار ہو جاؤ اور ہوش میں آؤ قبل اس کے کہ قبر کھودی جائے اور جس نے کوئی گناہ نہیں کیا اس کو بھی گناہگاروں کی طرح حساب دینا پڑے

ولا تتبعوا امر الغواة و تقطعوا ایاصرنا بعد المودة و القرب

گمراہوں کی باتوں کا اتباع نہ کرو اور مودت اور قربت کے بعد ہمارے معاہدوں کو نہ توڑو

وتستجلبوا حربا عوانا و ربما امر علی من ذاقه حلب الحرب

جنگ کو دعوت نہ دو اور زور آزمائی کے مواقع پے در پے پیدا نہ کرو کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ جنگ کا دودھ جس نے بھی چکھا اس نے اسے کڑوا محسوس کیا

و لسنا و رب البیت نسلم احمدا علی امحال عن عض الزمان و لا کرب

رب البیت کی قسم ہم وہ لوگ نہیں ہیں کہ شدائد زمانہ اور کرب و بلا کی وجہ سے احمدﷺ کو حالات کے سپرد کر دیں (کفار کی ایک ہی شرط، ایک ہی مطالبہ تھا کہ وہ محمدؐ کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ کر دیں۔ یہ شعر اس مطالبہ کا پرعزم جواب ہے)

ألیس ابونا هاشم شد ازره و اوصی بنیه بالطعان و بالضرب

کیا ہمارے باپ ہاشم نے اپنی قوت کو مستحکم نہیں کیا تھا اور اپنے بیٹوں کو یہ وصیت نہیں کی تھی کہ وہ نیزے اور تلوار کے استعمال میں مہارت حاصل کریں

و لسنا نمل الحرب حتی تملنا و لا نشتکی ما ینوب من النکب

ہم جنگ آزمائی سے اکتانے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ جنگ خود ہی ہم سے اکتا جائے اور ہم پر جو نکبت اور مصیبت بھی آئے ہم اس کے بارے میں شکایت کرنے والے نہیں ہیں

ولکننا اصل الحفاظ ذوو النهی اذا طار ارواح الکماة من الرعب

جب زرہ پوش جنگی بہادروں کی روحیں رعب اور خوف سے اڑی جاتی ہیں، ہم اس وقت بھی اپنے حواس نہیں کھوتے بلکہ محافظت اختیار کرتے ہیں اور عقل سے کام لیتے ہیں۔[1]

---

[1] سیرت ابن اسحاق، ص ۲۱۱

فیا لاخوینا عبد شمس و نوفلا فیا کما ان تسعرا بیننا حربا

اے ہمارے دو بھائیو یعنی بنی عبد شمس اور بنی نوفل تمہیں یہ چیز زیب نہیں دیتی کہ تم ہمارے درمیان جنگ کی آگ بھڑکاؤ

و ان تصبحو بعد ود و الفة احابیش فیها کلکم یشتکی النکب

اگر تم محبت و الفت کے بعد احابیش کا کردار ادا کرو تو تم میں سے ہر ایک مصیبت و نکبت کی شکایت کرے گا

ألم تعلمو ما کان فی حرب داحس ورهط ابی یکسوم اذ ملئوا الشعبا

کیا تم نہیں جانتے کہ حرب داحس میں کیا ہوا اور ابو یکسوم (ابرہہ) کے لشکر کے ساتھ کیا ہوا جبکہ انھوں نے گھاٹیوں کو بھر دیا تھا۔

فواللّه لولا اللّه لا شئی غیره لاصبحتم لا تملکون لنا سربا

بخدا اگر اللہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا یعنی ہم سب ناپید ہوتے اور تمہاری یہ حالت ہوتی کہ تمہارے پاس کوئی رستہ نہ ہوتا جس پر چل کر ہم تمہارے پاس آتے۔[1]

اس کے بعد ابو طالب نے اپنے پورے قبیلہ کو اکٹھا کیا۔ ان کو لے کر خانہ کعبہ کے اندر گئے اور قوم کے ظلم کے خلاف اللہ سے دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنَّ قَوْمَنَا اَبَوْ اِلا البغی فَعَجِّلْ نَصْرَنَا وَ حُل بینهم و بین قَتْل ابن اخی[2]

اے اللہ ہماری قوم ظلم و سرکشی پر آمادہ ہوگئی ہے۔ اے اللہ! تو ہماری مدد فرما۔ تو ان کے اور میرے بھتیجے کے قتل کے بیچ حائل ہو جا۔ پھر ابو طالب نے اپنا رخ قریش کی طرف پھیرا جوان کو اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ رہے تھے۔ ابو طالب نے ان کی طرف رخ کر کے خطاب کیا۔ ''ہم اس گھر کے مالک کے حضور قطع رحمی کرنے والے اور رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والوں کے خلاف بددعا کرتے ہیں۔ بخدا تمہیں چاہیے کہ اپنے برے ارادوں سے باز آ جاؤ ورنہ تمہاری

۱؎ سیرت ابن اسحاق، ص ۱۹۸۔

۲؎ البلاذری۔ انساب الاشراف الجزء الاول ص ۵۳۵

قطع رحمی کے سبب اللہ تم پر مکروہ عذاب نازل کرے گا''۔ قریش نے اس کا جواب یہ دیا کہ:
''اے بنی عبدالمطلب! ہمارے اور تمہارے درمیان مصالحت اور صلہ رحمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ اس لڑکے کو قتل نہ کر دیا جائے''۔[1]

چچا ابوطالب نے اپنی پوری قوم کے ساتھ غلاف کعبہ پکڑ کر اللہ کے حضور عہد کیا اور خود کو اللہ کی پناہ میں دے دیا۔

و احضرت عند البیت رھطی اسرتی و امسکت من أثوابه بالوصائل

میں نے اپنی جماعت اور اپنے بھائیوں کو بیت اللہ کے پاس بلایا اور اس (بیت اللہ) کی سرخ دھاریوں والی چادریں پکڑیں

عکوفا معا مستقبلین رتاره لدی حیث یقضی حلفه کل نافل

اس کے عظیم الشان دروازہ کے مقابل اس مقام پر جہاں برأت ثابت کرنے والا حلف اٹھاتا ہے اور سب کے ساتھ مل کر اور کھڑے ہو کر

و حیث ینیخ الأشعرون رقابھم بمفضی السیول بین ساف و نائل

جہاں زائر لوگ اپنے اونٹ بٹھاتے ہیں اور اساف اور نائلہ نامی بتوں کے پاس سے سیلابوں کے پہنچنے کی جگہ

موسمة الأعضاد او قصراتھا مخیسة بین السدیس و بازل

وہ اونٹ جن کے بازؤں یا گردنوں کے جوڑوں کے پاس قربانی کی علامتیں ہیں جو قربانی کے لئے بندھے ہوئے آٹھ نو سال کی عمر کے درمیان ہیں۔

اعوذ برب الناس من کل طاعن علینا بسوء او ملح بباطل

میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں۔ ہر اس شخص سے جو ہم پر برائی کے الزامات لگانے والا اور ناحق پر اصرار کرنے والا ہے

---

[1] سیرت ابن اسحاق، ص ۱۶۵

و من کاشح یسعی لنا بمعیبة ومن ملحق فی الدین ما لم نحاول

ایسے کینہ ور شخص سے جو ہم پر عیب لگانے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور ہمیں ایسے دین میں ملا دیتا ہے جس کی جانب ہم نے کبھی قصد نہیں کیا ہے

وَ ثَور وَ منُ أرسی ثبیراً مکانَہ وراق لیرتی فی حراء و نازل

اور جبل ثور اور اس ذات کی پناہ جس نے کوہ ثبیر کو اس کی جگہ گاڑ دیا چڑھنے والے اور اترنے والے کی پناہ (جو کوہ ثبیر سے اس لئے اترتا ہے) تا کہ وہ کوہ حرا پر چڑھ جائے (یعنی نبی کریم ﷺ)

وبا لبیت حق البیت من بطن مکة و باللہ ان اللہ لیس بغافل

بیت اللہ کی پناہ اور حق بیت اللہ کی پناہ جو مکہ کی وادی میں ہے اور اللہ کی پناہ لیتا ہوں ۔ بلاشبہ اللہ غافل نہیں

بالحجر المسود اذ یمسحونہ اذا اکتنفرہ بالضحی وا لاصائل

اور حجر اسود کی پناہ کہ لوگ اسے صبح و شام گھیرے رہتے اور اس پر ہاتھ پھیرتے رہتے ہیں۔

و موطی ابراھیم فی الضخر رطبة علی قدمیہ حافیاً غیر ناعل

اور ابراہیم کے پاؤں کے نشان والے پتھر کی پناہ جو ان کے ننگے پاؤں کے لئے نرم تھا۔

و اشواط بین المروتین الی الصفا و ما فیھا من صورة و تماثل

اور کوہ صفا اور کوہ مروہ کے درمیانی دوڑ دھوپ اور ان دونوں کے درمیاں جو تصویریں اور مورتیں ہیں ان کی پناہ

و من حجَّ بیت اللہ من کُلَّ راکب و من کل ذی نذر من کلّ راحِلِ

اور ہر سوار اور ہر پیادہ پا بیت اللہ کا حج کرنے والے اور نذریں گذارنے والے کی پناہ

و با لمشعر الا قصی اذا عمدوا لہ الال الی مُفُضی الشَّراج القوابل

اور میدان عرفات کی پناہ جب لوگ اس کا قصد کریں اور کوہ الال کے اس مقام تک

کی پناہ جہاں نالے ایک دوسرے کے مقابلہ سے آ کر پھیل جاتے ہیں

و تو تافهم فوق الجبال عشية يقيمون با لا يدى صُدُور الرّواحل

اورشام کے وقت کے پہاڑوں پر ان کے کھڑے ہونے کی پناہ جہاں سواریوں کے اگلے حصہ کو ہاتھوں سے سیدھا کرتے یا تھامتے ہیں۔

و ليلة جمعِ و المنازل منٰ منى و هل فَوُقها من حُرُمة و منازل

اور اس رات کی پناہ جس میں لوگ منی میں جمع ہوتے ہیں اور منی کے ان مقامات کی پناہ جہاں لوگ اترتے ہیں کیا ان سے بڑھ کر کوئی عظمت والی چیزیں اور مقامات ہیں۔

و جمع اذا ما المُقُربات اَجَزُنَه سراعاً لما يخرجن من وقع وابل

اور عرفات کی پناہ جہاں شریف گھوڑے موقف میں جگہ حاصل کرنے کے لئے ایسی تیزی سے گذرتے ہیں جیسے موسلا دھار بارش ہوتے وقت اس سے بچنے کے لئے بھاگتے ہیں۔

وبالجمرة الكبرى اذا صمد وا لها يُومُون قَذ فا رأسها بالجنادل

اور بڑے جمرہ کی پناہ جب لوگ اس کی جانب ارادہ کرتے اور اس کے سر کو پتھروں سے مارنا چاہتے ہیں۔

و كندة اذ هُم بالحصاب عشّيةً تُجيزُ بِهِم حُجّاجُ بكر بن وائل

اور بنی کندہ کی پناہ جب وہ شام کے وقت رمی جمار کے مقام پر ہوتے ہیں اور ان کے پاس سے بکر بن وائل کے حج کرنے والے لوگ گذرتے ہیں۔

حليفان شدا عقدما اختلفا له وردّا عليه عاطِفاتِ الُوَسائل

وہ دونوں ایسے حلیف ہیں کہ انھوں نے جس بات پر حلف اٹھایا اسے مستحکم کیا اور تعلقات کی محربانیوں کو اس کی جانب پھیر دیا کیا پناہ لینے والے کے لئے ان پناہگاہوں کے سوا اور بھی کوئی پناہ گاہ ہے؟ اور کیا کوئی عدل وانصاف کرنے والا اللہ سے ڈر کر پناہ دینے والا بھی ہے۔[1]

---

[1] سیرۃ النبی کامل۔ابن ہشام مترجمہ عبدالجلیل صدیقی۔ج اول۔ص ۲۵۷ تا ۲۵۹

محصوریٔ شعب

آپ ﷺ کی حفاظت کی غرض سے

چچا ابو طالب نے دیکھا کہ ایسے حالات میں شہر مکہ میں رہ کر آپ ﷺ کی حفاظت نہیں کی جا سکتی۔ یہاں رہتے ہوئے ہر آن خطرہ ہے کیونکہ کفار نے عہد کر رکھا ہے کہ وہ آپ کو کھلے یا چھپے طور پر قتل کر دیں گے۔ **فکان ذلک سبب دخول ابی طالب الشعب**[1]

اس لئے چچا ابو طالب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع کیا۔ ان میں مومن بھی تھے اور کافر بھی سب کو بلا امتیاز حکم دیا کہ وہ شعب ابی طالب میں منتقل ہو جائیں اور آپ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیں۔ ایسا اس لئے بھی کہ گھاٹی ایک قدرتی پناہ گاہ تھی اور یہاں حفاظت کا نظم کیا جا سکتا تھا۔

فلما رأى أبو طالب عمل القو م جمع بني عبد المطلب و أمر هم ان يد خلوا رسول الله شعبهم و يمنعوه ممن اراد قتله فاجتمعوا على ذلك مسلمهم و كافر هم فمنهم من فعله حمية و منهم من فعله ايمانا و يقينا۔[2]

لیکن ابولہب نے چچا ابو طالب کی بات نہیں مانی اس نے خاندان کا ساتھ نہیں دیا بلکہ وہ الگ ہو گیا آخر ایسا کیوں ہوا؟ کیوں ابولہب کے اندر خاندانی عصبیت پیدا نہیں ہوئی؟

ابولہب اول روز سے اسلام کا مخالف ہو گیا تھا جب آپؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اعلانیہ دعوت دی تو ابولہب نے اعلانیہ مخالفت کی۔ آپ کو ایذاء پہنچانے میں ابولہب اور اس کی بیوی

---

۱ انساب الاشراف میں محاصرہ شعب ابی طالب کی تفصیلات کا جائزہ مجموعۂ مقالات سیرت سیمنار ۲۰۱۴۔ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

۲ دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ البیھقی ۳۱۱، محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ۔ الدولۃ الامویہ ۷۷ تالیف محمد الخضری بک

پیش پیش رہتے تھے۔ ابولہب نے بڑی خراب ہم سائیگی کا ثبوت دیا تھا۔ وہ اسلام دشمنی میں اس قدر آگے بڑھا ہوا تھا کہ آپؐ کی دونوں صاحب زادیاں جو ابولہب کے دو بیٹوں سے بیاہی تھیں اس نے دونوں کو طلاق دلوادی تھی۔ اابولہبب بنی ہاشم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بنی ہاشم کے خلاف قریش سے حلفیہ معاہدہ کیا اور جب قریش نے بنی ہاشم کا بائیکاٹ کرنے اور انہیں بھوکا مار دینے کی تحریری دستاویز لکھی تا کہ بنی ہاشم مجبور ہو کر محمد صلعم کو قریش کے حوالے کر دیں تو ابولہب نے اس معاملہ میں بھی قریش کا ساتھ دیا۔

بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان عداوت ورقابت پہلے سے چلی آرہی تھی ابوسفیان حرب کی موت کے بعد بنوامیہ کا سردار مانا جاتا تھا ابوسفیان کی بہن ام جمیل ابولہب کی بیوی تھی۔ یہ رشتہ ابولہب کو اپنے بھتیجے کے خون کے خلاف کھینچ لے گیا۔ ابولہب نے اپنی خاندان کے بجائے اپنی سسرال والوں کا ساتھ دیا۔ ابو طالب نے ابولہب کو عار بھی دلایا لیکن ناکام ہوئے۔
''میں اس سے کہتا ہوں: اے ابومعتب! (ابولہب کی کنیت) اپنی قوم کو جتھ بندی سے مستحکم بنا لیکن میری نصیحت کہاں اور وہ کہاں''؟[۱]

ابن اسحاق کی ایک روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض دوسرے لوگ بھی رسول اللہ کی حفاظت کی غرض سے شعب میں آگئے تھے۔ ان میں ایک نام حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا ہے جو نہ تو ہاشمی تھے نہ مطلبی بلکہ ان کا تعلق بنی زہرا سے تھا۔[۲]

''جسٹس امیر علی کا خیال ہے کہ عہد نامہ سے خوف زدہ ہو کر اور اس اندیشہ سے کہ مبادا یہ کسی حملہ کا پیش خیمہ نہ ہو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے مناسب سمجھا کہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر جو شہر میں جا بجا مختلف محلوں میں واقع تھے ایک جگہ جمع ہو کر رہیں۔''[۳]

محصورین شعب میں مرد، عورت، بچے، بوڑھے، جوان، مسلمان، کافر، سب مل کر

---

۱ سیرت احمد مجتبیٰ ظہور قدسی سے مسجد قبا تک ص ۳۲۰۔

۲ مقالہ: شعب ابی طالب میں محصوری۔ ڈاکٹر محمد مشتاق تجاروی، ص ۹۱۔

۳ سیرت احمد مجتبیٰ ظہور قدسی سے مسجد قبا تک ص ۳۳۲

''بنو ہاشم کی کل عددی قوت اس زمانے میں بشمول انکے حلفا اور موالی کے ۴۰۰ کے لگ بھگ رہی ہوگی''۔ لیکن صحیح تعداد اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔[۱]

شعب ابی طالب کا محل وقوع

''شعب'' کے معنی گھاٹی کے ہیں۔ پہاڑوں کا ایسا درمیانی خلا جو درہ کی طرح ہو اور آگے سے بند ہو۔ قریش کے دس قبیلوں میں سے ہر قبیلہ مکہ کے گردونواح پھیلی ہوئی پہاڑیوں میں قدرتی طور پر بن جانے والے دروں اور گھاٹیوں میں سے کسی ایک درہ یا گھاٹی کا مالک تھا۔ ان گھاٹیوں کو شعب کہتے ہیں جب کوئی اجنبی شخص قریش کے کسی قبیلہ سے پناہ مانگتا تو قبیلہ اس کے ٹھہرنے کا بندوبست اپنی مخصوص شعب یا گھاٹی میں کرتا تھا۔ جس گھاٹی میں یہ خاندان پناہ گزیں ہوا یہ انہیں کی ملکیت تھا''۔[۲]

کوہ خندمہ اور کوہ ابوقبیس میں ایسی کئی گھاٹیاں تھیں جیسے شعب المطلب، شعب بنی ہاشم، شعب بنی اسد، شعب بنی عامر، شعب ابی زیاد، شعب بنی کنانہ، شعب آل عمر، شعب ابی سفیان، شعب حوا، شعب النحوز، شعب الرخم، شعب عمارہ، شعب ال قنفد، شعب آل الاخنس، شعب الخاتم، شعب البان، شعب اشرس، شعب زریق۔[۳]

شعب ابی طالب مکہ کے کوہ ابوقبیس اور کوہ خندمہ کے درمیان واقع ایک درہ تھا جو عبد المطلب کی ملکیت تھا۔ اس وقت بنو ہاشم کے سردار وسربراہ ابوطالب تھے اس لئے یہ گھاٹی انہیں کے نام سے موسوم ہوئی۔

کوہ ابوقبیس کی بلند چٹانیں اس کو مکہ سے الگ کرتی تھیں۔ شہر کی طرف سے اس میں داخلہ کا ایک تنگ راستہ تھا جس میں سے بمشکل ایک اونٹ ہی گذر سکتا تھا۔

It was entered on the cityside by a low gateway through which

---

۱۔ نقوش رسولؐ نمبر ج ۵۔ ص ۴۱۳۔
۲۔ ابوطالب کی گھاٹی۔ محمد رسول اللہ جلد اول۔
۳۔ اخبار مکہ۔ ماجاء فیھا من الآثار، الازرقی، الجزء الثانی، ۲۷۲ تا ۳۰۰

a camel passed with difficulty.[۱]

اصلاً حفاظت کے پیش نظر ہی انھوں نے گھاٹی میں رہنا پسند کیا تھا کیونکہ گھاٹی میں کچھ قدرتی حفاظت گاہیں تھیں یہ جگہ ان کے اپنے گھروں سے زیادہ محفوظ تھی۔

It was in any case safer to live in it than to live in their houses in the city. Which were highly vulnerable to attack.[۲]

اس گھاٹی میں پانی پینے کیلیے، ایک کنواں تھا بَر برّ رجسے ہاشم بن عبد مناف نے عام لوگوں کیلیے، کھدوا رکھا تھا۔ محصورین کی پانی کی ضرورت اس سے پوری ہوتی تھی۔ حَفِرَها هاشم بن عبد مناف التی عند خطم الخند مه جعل علی فم شعب ابی طالب ۔۔۔ یہ کنواں شعب ابی طالب کے منہ پر خندمہ پہاڑ کی چوٹی کے پاس واقع تھا۔[۳]

موجودہ وقت میں شعب ابی طالب

یہ جگہ آج بھی شعب علی کے نام سے موسوم ہے۔ حرم کعبہ سے قریب محلّہ اجیاد اور صفا پہاڑی کے درمیان جو سڑک محلّہ غزہ کی طرف جاتی ہے اسی پر واقع ہے۔[۴]

---

www.islamiclandmarks.com/makkah-other/valley-of-abu-talib

www.islamiclandmarks.com/makkah-other/valley-of-abu-talib

۳۔ اخبار مکہ۔ الازرقی، ج دوم ص ۲۱۶ ۴۔ جمال مصطفیٰ۔ عبدالعزیز فاروق ص ۲۳۲

گھاٹی کے روز و شب

چچا ابو طالب آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے ہی محصور ہوئے تھے۔ گھاٹی میں آنے کے بعد بھی آپ ﷺ کی حفاظت ہی مقدم تھی۔ محصوری کے دوران کے اشعار کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے۔

الا من لھم اٰخر اللیل معنم طوانی و اخری النجم لم یتقحم

ان لوگوں سے آگاہ رہو جو آخر شب اپنے ہاتھ کو خون سے رنگین کرنا چاہتے ہیں انہوں نے مجھ پر زیادتی کی ہے اور ابھی تو آخری ستارہ بھی غروب نہیں ہوا ہے۔

طوانی و قد نامت عیون کثیرۃ و سائر اخری ساھر لم ینوم

وہ میرے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اس وقت بہت سی آنکھیں سوئی ہوئی ہیں۔ اور دوسری کچھ آنکھیں جاگ رہی ہیں اور انہیں نیند نہیں آتی۔

لا حلام اقوام أرادو ا محمدا بسوء و من لا یتقی الظلم یظلم

ان آنکھوں کی بیداری ان لوگوں کی عقلوں کے باعث ہے جو حضرت محمد ﷺ کے خلاف برے منصوبہ تیار کرتے ہیں اور جو شخص ظلم سے باز نہیں آتا اس کے ساتھ بھی ظلم کیا جاتا ہے۔

یرجون ان نسخی بقتل محمد و لم تختضب سمر العوالی من الدم

ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہم محمد کے قتل کو گوارا کرلیں اور نیزوں کے سروں کو اور حجاز اور نجد اور تہامہ کی سرزمین کو خون سے رنگین نہ کریں

یرجون مناخطۃ دون نیلھا اضراب و طعن بالوشیح المقوم

وہ ہم سے ایسا غیر معقول مطالبہ کر رہے ہیں جس کو حاصل کرنے کے لئے نیزوں کا نشانہ بننا پڑتا ہے اور سیدھا رکھنے والی تلواروں کی ضربیں کھانا پڑتی ہیں۔

کذبتم و بیت الله لا تقتلونه جماجم تلق باالحطیم و زمزم

بیت اللہ کی قسم تم جھوٹے ہو تم آنحضرت کو قتل نہیں کر سکو گے یقیناً سروں کی کھوپڑیاں حطیم اور زم زم کے پاس کاٹ پھینکی جائیں گی۔

و ینهض قوم فی الدروع الیکم یذبون عن احسابهم کل مجرم

ایک قوم زرہ پوش ہو کر تیزی سے تم پر حملہ آور ہوگی اور ہر مجرم کو اس کے خاندانی محاسن و مفاخر سے محروم کر کے کیفر کردار تک پہنچائے گی۔[1]

گھاٹی میں حفاظت کی غرض سے چچا ابو طالب آپ ﷺ کو بستر بدل بدل کر سلاتے تھے۔

و کان ابو طالب طول مدتهم فی الشعب یا مر النبی ﷺ ألا ینام فی فراشه خوفا علیه و یامر أحدا بنائه أن ینام علی فراش رسول الله ﷺ [2]

گھاٹی میں جب سب لوگ سو جاتے تھے تو رات میں چچا ابو طالب آپ کو دوسری جگہ سلا دیتے تھے اور آپ کے بستر پر اپنے بیٹے میں سے کسی کو یا اپنے کسی دوسرے عزیز کو سلا دیتے تھے۔ اور چچا نے پوری مدت محصوری میں ایسا ہی کیا۔

و کان ابو طالب فی طول مدتهم فی الشعب یامر رسول الله ﷺ فیأتی فراشه کل لیلة حتی یراه من ارادبه شراً او غائلة ،فاذا نام النّاس أمر أحد بنیه او اِخوته أو بنی عمه فا ضطجع علی فراش رسولؐ و امر رسول الله أن یاتی بعض فرشهم فیرقد علیها فلم یزالو فی الشعب علی ذلک ألی تمام ثلاث سنین [3]

---

[1] سیرت ابن اسحاق، ص ۲۱۸۔ [2] السیده خدیجه عبد الحمید محمود ص ۹۰، الجامع الصحیح للسیرۃ النبویہ طریق جہاد الدعوۃ فی ضوء سیرۃ الرسول ص ۱۳۶۲ [3] الطبقات الکبری جلد اول لابن سعد ۱۵۸، عیون الاثر جلد اول ص ۱۵۸۔ السیده خدیجه۔ عبد الحمید محمود الجامع الصحیح للسیرۃ النبویۃ ص ۱۳۶۲

مصائب وشدائد

''تین برس سے قریش کے تمام قبیلوں نے مل کر بنی ہاشم کا مکمل مقاطعہ کر رکھا تھا اور حضور اپنے خاندان اور اپنے اصحاب کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور تھے۔قریش کے لوگوں نے ہر طرف سے ان کی نا کہ بندی کر رکھی تھی جس سے گذر کر کسی قسم کی رسد اندر نہ پہنچ سکتی تھی۔صرف حج کے زمانہ میں یہ محصورین نکل کر کچھ خریداری کر سکتے تھے مگر ابولہب جب بھی ان میں سے کسی کو بازار کی طرف یا کسی تجارتی قافلہ کی طرف جاتے دیکھتا پکار کر تاجروں سے کہہ دیتا کہ جو چیز یہ خریدنا چاہیں اس کی قیمت اتنی زیادہ بتاؤ کہ یہ خرید نہ سکیں۔پھر وہ چیزیں میں تم سے خریدلوں گا اور تمہارا نقصان نہ ہونے دوں گا۔متواتر تین سال کے اس مقاطعہ نے مسلمانوں اور بنوہاشم کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی اور ان پر ایسے ایسے سخت وقت گذر گئے تھے جن میں بسا اوقات گھاس اور پتے کھانے کی نوبت آ جاتی تھی''۔[۱]

آل بنو ہاشم اور بنو مطلب کے تمام مرد وخواتین بچے بوڑھے جوان علاوہ ابولہب کے تمام اس گھاٹی میں محصور تھے۔محصورین کی تعداد کتنی تھی ؟ چھوٹے بچوں کی تعداد کیا تھی ؟ تفصیلات نہیں معلوم۔سب سے عمر دراز چچا ابو طالب تھے جن کی عمر تقریبا پچاسی سال تھی۔ حضرت خدیجہ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔سیدہ فاطمہ زہرہ کی عمر تقریبا آٹھ نو سال تھی۔شیر خوار بچے بھی تھے۔حضرت عبداللہ ابن عباس کی پیدائش دوران محصوری شعب ابی طالب میں ہوئی **و فی الشعب ولد عبد الله ابن عباس**''[۲]

ظلم کی یہ شکل تھی کہ بچے بوڑھے جوان مرد وخواتین سب پر یکساں ظلم روا رکھا گیا تھا۔ سب اسی ظلم کی چکی میں پس رہے تھے اور یہ سلسلہ تین سال پر محیط ہے''**بل اذی شدید متواصل یمتدثلاث سنین فی شعب من الشعاب یشمل الصغیر و اللکبیر، المرأة**

---

[۱] سورہ احقاف کے تاریخی پس منظر میں، تفہیم القرآن جلد چہارم ص ۵۹۶۔

[۲] زاد المعاد جز اول۔ابن قیم الجوزی ص ۶۸۔

و الرجل ،و الرضیع و الشیخ الکبیر، کلھم دخلوا الشعب و حصروا و منع عنھم الطعام و الشراب فای قسوة و ای جور اعظم من ھذا الجور و الظلم؟[1]

فقر و فاقہ بھوک و افلاس میں بچوں کو سنبھالنا کس قدر مشکل کام ہے۔ غذائی تنگی سے سب لوگ متأثر تھے تاہم بچوں نے بھوک سے آسمان سر پہ اٹھا رکھا تھا۔ بچے بھوک کی شدت سے ہر وقت روتے تھے۔ دن کی چہل پہل اور شور شرابہ سے یہ آوازیں دور تک نہیں سنائی پڑتی تھیں۔ تاہم رات کے سناٹے میں بچوں کے رونے کی آوازیں گھاٹی کے باہر دور بہت دور تک سنائی پڑتی تھیں و تضا غی صبیانھم فسمع ضغا ء ھم من و راء الشعب[2]

بھوک کی شدت سے بچے ہر وقت روتے رہتے تھے اور ان کے رونے کی آواز دور سے سنی جا سکتی تھی۔

فکان یسمع بکاء الاطفال من بعید[3]

و کان یسمع من بعید بکاء اطفالھم من الجو ع[4]

و سمع اصوات صبیانھم بالبکاء من وراء الشعب[5]

رونے کی آوازوں سے شقی القلب خوش ہوتے تھے لیکن نرم دل کڑھتے تھے اور کہتے تھے ارے یہ ظلم ترک کرو۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کاتب معاہدہ بغیض بن عامر کے ساتھ کیا ہوا

فمن قریش من سرہ ذلک و منھم من ساءہ و قال انظروا ما اصاب بغیض بن عامر[6]

بچوں کے رونے کی آواز سن سن کر اس صحیفہ ظالمہ کے خلاف عام نفرت پیدا ہونے لگی

حتی کرہ عامة قریش ما اصابھم و اظھروا کراھیتھم لصحیفتھم الظالمة[7]

---

۱ فقہ السیر ہ۔ زید بن عبدالکریم الزید ص ۲۱۶۔ ۲ البلاذری انساب الاشراف الجزء الاول، ص ۲۳۴۔

۳ السیر ۃ النبو یہ۔ عرض وقائع و تحلیل واحداث ص ۲۳۹

۴ ھذاالحبیب محمد رسول اللہ یا محب ۔ ابو بکر جابر الجزائری ص ۸۵

۵ فقہ السیر ہ۔ زید بن عبدالکریم الزید ص ۲۱۵ ۶ محمد رسول اللہ، تالیف محمد رضا ص ۱۳۵

۷ دلائل النبوہ و معرفة احوال صاحب الشریعہ البیھقی ص ۳۱۵ البدایہ ولنھایة ۔الجزء الثالث ص ۷۱

بچوں کے مستقل رونے کی آواز سے محصورین کتنا پریشان رہے ہوں گے، ان کا دل کتنا تڑپتا رہا ہوگا۔ پریشان ہو ہو کر ان میں سے کچھ لوگ باہر نکلتے تھے کہ کچھ کھانے پینے کی اشیاء خرید لائیں لیکن انہیں کچھ بھی خریدنے نہ دیا جاتا تھا۔ ان کے دلوں پر کیا گذرتی رہی ہوگی۔ خالی ہاتھ بھوکے بچوں کی طرف وہ کس طرح لوٹتے رہے ہوں گے۔ اسی بھوک اور شدت بھوک سے گھاٹی میں بچوں کی اموات بھی ہوئیں۔ **و مرّت سنوات المقاطعة الظالمةْ و هلک فیھا من ھلک من اطفال المسلمین** ۔ یہ مقاطعۂ ظالمہ سالوں تک جاری رہا۔ اس میں مسلمانوں کے بچے ہلاک بھی ہوئے۔[۱]

''ان ظالموں نے شعب ابی طالب کا اس قدر سخت محاصرہ کر رکھا تھا کہ کھانے پینے اور استعمال کی کوئی چیز بھی ان کے پاس نہ جانے دیتے تھے۔ اگر بنو ہاشم کا کوئی فرد کچھ ضروریات کا سامان خریدنے آجاتا تو دکان دار ہی اسے سامان نہ دیتے۔ اگر کوئی دکان دار کسی نہ کسی طرح سودا دینے پر آمادہ ہو جاتا تو مشرکین کے نمائندے اس دکان دار کو منع کر دیتے۔''[۲]

جب کوئی قافلہ آتا تو ابولہب اعلان کر دیتا تھا'' **یا معشر التجار غالوا علی اصحاب محمد حتی لا یدرکوا معکم شیئا فقد علمتم مالی و وفاء ذمتی فأنا ضامِنٌ من أن لا خسار علیکم فیزیدون علیھم فی السلعة قیمتھا اضعافاً حتی یرجع اِلٰی اطفالِه و ھم یتضاغون من الجوع و لیس یدیه شئی یطعمھم به**''[۳]

''جب کوئی قافلہ مکہ مکرمہ آتا تو محصورین میں سے کوئی بازار جاتا کہ کھانے کا کوئی سامان خرید سکے۔ ابولہب اٹھ کر کہنے لگتا تاجرو! محمد کے ساتھیوں کے لئے نرخ خوب مہنگا کر دو تا کہ وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکیں تم میری دولت اور ذمہ داری سے واقف ہو میں تمہارا گھاٹا پورا

۱۔ السیدہ خدیجہ عبدالحمید ص ۹۲۔ ۲۔ جمال مصطفیٰ۔ عبدالعزیز فاروق ص ۲۳۴۔

۳۔ الجامع الصحیح للسیرة النبویه ص ۱۳۶۸، طریق جہاد الدعوة فی ضوء سیرة الرسول ص ۱۳۶۸، مھارات انسانیه فی ررحاب السیرة النبویه ۱۷۷، فقه السیره الدکتور محمد سعید رمضان البیوطی ۱۱۸، الروض الانف۔ الجزء الثالث ص ۳۵۵

کردوں گا۔ یہ سن کر تاجر لوگ دام کئی گنا بڑھا دیتے یہاں تک کہ وہ ناکام لوٹ جاتے اور بچے بھوک سے تڑپتے رہ جاتے۔"

ابولہب تاجروں کا گھاٹا پورا کر دیتا۔ محصورین شعب کیلئے کھانے کے ساتھ کپڑوں کا بھی مسئلہ تھا۔ کیونکہ کپڑا فروخت کرنے والے تاجروں کے ساتھ بھی ابولہب ایسا ہی کرتا۔ یہاں تک کہ محصورین غذا کے ساتھ کپڑوں کیلئے بھی پریشان رہا کرتے تھے۔ **حتی جهد المو منون و من معهم جو عاً و عُرياً**[۱]

ان ظالموں نے محصورین کیلئے اس قدر سختیاں بڑھا دی تھیں کہ بازار میں انکے لئے کچھ بھی چھوڑتے نہ تھے، ایسی سختیاں کہ غلہ کا ایک دانہ بھی ان تک نہ پہونچے، **فصار و فی شعب ابی طالب محصورين مضيقا عليهم اَشَدّ التضيق نحوًا من ثلاث سنن و قد قطعو اعنهم الميرة.**[۲] (الميرة ما يجلب من الطعام)

معاہدۂ ظالمہ کی شق کے مطابق ان کے ساتھ خرید و فروخت نہ ہوگی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ خرید و فروخت کے لئے گھاٹی سے بھی نہیں نکلیں گے لیکن ظالمین انہیں گھاٹی سے کچھ خریدنے کے لئے نکلنے سے بھی روکتے تھے۔ ایسے ہی ایک مرتبہ ابوجہل نے حضرت عباس کو کچھ خریدنے جانے سے منع کیا تو حضرت خدیجہؓ نے زمعہ بن الاسود سے کہلوایا کہ وہ ابوجہل کو ایسا کرنے سے روکے۔

اشیائے ضروریہ پہنچانے پر سخت پہرہ تھا ایسا پہرہ کہ کوئی رشتہ دار بھی صلہ رحمی کی بنا پر کچھ غلہ نہیں پہنچا سکتا تھا۔ ایسا کرنے والے کو زدوکوب کیا جاتا تھا۔

ایک دن حضرت خدیجہؓ کا بھتیجہ اپنی پھوپھی کے لئے کچھ اشیائے ضروریہ لے کر نکلا کچھ لوگوں نے اس کو مکہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا انھوں نے سامان ضبط کر کے اسے اتنا زدوکوب کیا کہ وہ تین دن تک بستر سے نہ اٹھ سکا۔[۳]

۱۔ الروض الانف۔ الجزء الثالث ص ۳۵۵۔ ۲۔ امتاع الا سماء للمقريزى۔ الجزء الاول ص ۲۵۔

۳۔ ابوطالب کی گھاٹی محمد رسول ﷺ جلد اول ص انٹرنیٹ سے

گھاٹی میں صرف بھوک ہی بھوک تھی..... کیا کچھ مل جائے کہ پیٹ کی آگ بجھالیں۔ چند واقعات جو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی زبانی ہم تک پہنچے ہیں، وہ تنہا ایک فرد پر گذرنے والی تکالیف کی تفصیلات نہیں ہیں بلکہ اس وادی میں سب کا یہی حال تھا۔ وکان فیهم سعد بن ابی وقاص، رویٰ انّه قال : لقد جُعتُ ، حتّٰی اِنی و طئت ذات ليلة علیٰ شئی ر طب ،فوضعته فی فمی و بلعته ، وما أدری ما هو الی الآن.[۱]

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا۔ اتفاق سے رات کو میرا پیر کسی تر چیز پر پڑ گیا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے میں اسے زبان پر رکھ کر نگل گیا میں آج تک نہیں جان سکا کہ وہ کیا چیز تھی۔

.... خرجت من الليل أبول ، وإذا أنا أسمع بقعقعة شئی تحت بولی، فاذا قطعة جلد بعير ، فاخذتها، فغسلتها، ثم احرقتها، فوضعتها بين حجرين ، ثم استفّها ، وشربت عليها الماء، فقويت عليها ثلاثاً.[۲]

''حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بتایا: جن دنوں میں شعب میں محصور تھا ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا۔ ایک رات میں پیشاب کے لئے نکلا۔ پیشاب گرنے کی جگہ میں نے ایک آواز سنی، اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سوکھے چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو میرے ہی پیشاب سے تر بہ تر تھا۔ میں نے اسے اٹھایا، اس کو پانی سے دھویا اس کو سکھایا پھر اس کو آگ میں جلایا، پھر اسے دو پتھروں سے رگڑ کر سفوف بنایا اور اسے چٹکی بھر کھا کر پانی پی لیتا اس طرح میں نے تین دن اسی چمڑے کے سفوف پر گزارہ کیا۔''

پتے کھانے، گھاس کھانے، چمڑے کی راکھ پھانکنے کی وجہ سے پاخانہ بکری کی مینگنی کی

---

۱ الروض الانف ۔الجزء الثالث ص ۳۵٤۔

۲ الروض الانف الجزء الثالث ص۳۵۴، (السیرۃ النبویۃ ۔الدکتور محمد الصلابی ص ۲۳۷، سیرت نبوی جلد اول تالیف دکتور مہدی رزق اللہ۔ ترجمہ حافظ محمد امین ص ۳۵۲ ،الجامع الصحیح للسیرۃ النبویہ ص ۱۳۶۷، السیدہ خدیجہ۔ عبدالحمید محمود ص ۹۰

طرح ہوگیا تھا۔ قال السهيلى انهم جُهِدُوا حتّٰى كانو يأكلون الخَبَطَ و ورق السَّمُر حتى ان احدهم لَيَضعُ كماَ تَضَعُ الشَّاةُ ۔[۱]

وفى حديث سعد اِن كان أحد نا ليضع الشأة (النحو .مايخرج من البطن من غائط. كان يخرج بعراً بسبب من أ كلهم ورق السمر ،وعدم الغذاء المأ لوف).[۲]

گھاٹی کے محصورین کی گزر اوقات اس خاموش اور خفیہ تعاون سے ہی ہوتی تھی۔

حتّٰى جَهَدُوا و لم يكن يأ تيهم شئٌ من الأ قوات اِلاّخفية ،حتّٰى كانُو يُوذون[۳]

آہ! کتنے سخت دن کاٹے محصورین شعب نے۔ کیا آج ہم دنیا کی کسی جیل کو اس پر قیاس کر سکتے ہیں؟ شعب میں آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور آپ کے خاندان کے لوگ سب کے شب و روز اسی تکلیف و کرب میں گذر رہے تھے۔ جو مسلمان تھے وہ اس کو اپنے حصہ کی آزمائش سمجھ کر گذار رہے تھے اور جو مسلمان نہیں تھے اس حوصلہ سے گذار رہے تھے کہ یہی قبائلی حمیت کا تقاضا ہے۔

اس سخت محاصرہ نے ضعیف العمر حضرت خدیجہؓ کی صحت پر بڑا منفی اثر ڈالا۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ طرح طرح کی تکالیف اور بیماریوں میں مبتلا ہوگئیں۔

قلت غذا کی وجہ سے گھاٹی میں اموات بھی ہوئیں۔ عن عبد الله ابن عباس قال حُصِرنا فى الشِّعب ثلاث سنين و قطعوا عنّا اِلمُيرَة حتى ان الرجل ليخرج بالنفقة فما يباع شيا حتى مات منا قومٌ[۴]

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ہم تین سال تک شعب میں محصور رہے ہم سے وہ تمام چیزیں دور کر دی گئیں جسے انسان کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ ہم میں سے کئی لوگ فوت ہوگئے۔

---

۱ اور ۲ الروض الانف۔ الجزء الثالث ص ۳۵۴۔　　۳ فتح الباری۔ ج اول۔ ۴۶۹

۴ البلاذری انساب الاشراف الجزء الاول ۵۴۳ سیرت نبوی جلد اول تالیف دکتور مہدی رزق اللہ۔ ترجمہ حافظ محمد امین ص ۳۵۲

شعب کی ساری سختیاں سارے محصورین برداشت کرر ہے ہیں لیکن ایک بھی واقعہ نہیں ملتا کہ رسول ﷺ نے کسی بھی مرحلہ میں کفر سے مصالحت کے لئے سوچا ہو؛ فاقے پر فاقے اور اموات کا درد سہنے کے بعد بھی محصورین شعب نے کبھی رسول اللہ کو ایک جملہ طعن بھی کہا ہو۔ اس قدر موقف پر مضبوطی، اس درجہ عہد کا ایفاء، اس درجہ کی ثابت قدمی!!!

قصیدۂ لامیہ

تھوپی گئی جنگ کے خلاف اعلان جنگ

چچا ابو طالب صرف گھاٹی میں خاموشی سے پناہ گزیں نہیں ہوگئے، اپنے قبیلہ کے خلاف چھیڑی گئی اس جنگ کے مقابلہ کے لئے تدبیریں کیں۔ اس جنگ کا مقابلہ ایک مضبوط سیاسی حکمت عملی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اسی مضبوط سیاسی حکمت عملی کے پیش نظر چچا نے اپنا مشہور قصیدہ قصیدۂ لامیہ کہا (قصیدۂ لامیہ وہ قصیدہ جس کے اخیر میں لام آتا ہے یہ قصیدہ کافی طویل ہے۔)

و لـم يستطيـع أبـو طالب أن يقادم هذا التحالف الباغى اِلّا بالحرب السياسية من جهةٍ فعمل قصيدة اللامية المشهورة.[1]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس عرصہ میں جب نبی کریم صلعم اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور تھے ابوطالب نے قصیدہ لامیہ لکھا جو کہ کافی مشہور ہے۔ **اِنَّ ابـا طـالـب اِنّما قال قصيدةالّلا مية التى قدمنا ذكر ها بعد دخولهم الشعب**[2]

و لـمـا رأيـت الـقوم لا وُدَّ فيهم و قد قطعوا كلّ العرى و الوسائل

جب میں نے قوم کو دیکھا کہ وہ محبت ومودت سے عاری ہو چکے ہیں اور انھوں نے تمام مضبوط رشتوں اور تعلقات کو منطقع کر دیا ہے۔

و قد صار حونا بالعداوة و الا ذى و قـد طَاوَعـوأ امر العدّو الَمزَأيلِ

وہ عداوت و ایذا رسانی کے لئے کھل کر ہمارے سامنے آگئے ہیں اور انہوں نے ہماری گھات میں بیٹھے ہوئے دشمن کے ساتھ موافقت اختیار کر لی ہے۔

۱؎ السیر ۃ النبویۃ عرض ووقائع وتحلیل اُحداث ص ۲۴۰

۲؎ البدایہ والنہایۃ۔ الجزء الثالث ص ۷۱۔

و قد حالفوا قوما علینا أظنّة یعضّون غیظا خلفنا بِالْأنامل

انہوں نے ہماری مخالفت میں تہمت زدہ لوگوں کو اپنا حلیف بنا لیا ہے اور وہ سب غیض وغضب کے باعث ہمارے پیچھے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔

صبرت لهم نفسی بصفراء سحمَةٍ و ابیضَ عَضَبِ من تراثِ الْمقاول

میں ان کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹ گیا اور میرے پاس ایک لچکدار کمان اور معاہد کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھی[1]

چچا ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ کے درج ذیل اشعار میں اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ دشمن کے دانت کھٹے ہو جائیں۔

الا ابلغا عنی لؤ یا رسالة بحق و ما تغنی رسالة مرسل

خبر دار تم دونوں میری طرف سے بنی لوئی کو یہ پیغام پہنچا دو جو حقیت پر مبنی ہے حالانکہ پیغام بھیجنے والے کا پیغام فائدہ مند ثابت نہیں ہوگا۔

بنی عمنا الا دنین تیما نخصهم و اخواتنا من عبد شمس و نوفل

یہ پیغام ہمارے قریبی چچا کے بیٹوں اور بنی تیم اور بالخصوص ہمارے بھائیوں بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے لئے ہے۔

أظاهر تم قوما علینا و لایة و امر غوی من غواة و جهل؟

کیا تم ہمارے خلاف ایسی قوم کی مدد کرتے ہو اور گمراہوں اور جاہلوں کے ہتھکنڈوں میں آ چکے ہو؟

یقولون انا قد قتلنا محمدا اقرت نواصی هاشم بالتذلل

جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے محمد کو قتل کر دیا ہے اور بنی ہاشم کی پیشانیوں کو ذلت کے ساتھ جھکا دیا ہے

---

[1] سیرۃ النبی کامل۔ ابن ہشام بمترجم عبدالجلیل صدیقی۔ ج اول۔ ص ۲۵۶

كذبتم و رب الهدى تدمى نحور ها بمكة الركن العتيق المقبل

رب ہدایت کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو مکہ میں اور رکن عتیق جسے بوسہ دیا جاتا ہے اس کے پاس ان کے گلے کاٹے جائیں گے اور خون بہے گا

تنالونه او تبطلون لقتله صوارم تفرى كل عظم و مفصل

تم آنحضرت صلعم کو حاصل کرلو گے یا آپ کے قتل کا ابطال کرو گے اور کاٹنے والی تلواریں ہڈیوں اور اعضاء کے جوڑوں کو کاٹ کر رکھ دے گی۔

و تدعوا بويل انتم ان ظلمتم مقاليه فى يوم اغر محجل

اگر تم نے آپ کے گھروں پر ظلم کیا تو تم برے ناموں سے پکارے جاؤ گے اس دن جب کہ کچھ چہرے چمکتے ہوں گے۔

فمهلا و لما تنتج الحرب بكرها و ياتى تماما اواخر معجل

پس نرم رویہ اختیار کرو جنگ پینترے بدل بدل کر لڑی جانے کے بعد بالآخر جلد ہی ختم ہو جائے گی۔

و انا متى ما نمر ها بسيوفنا تجلجل و تعرك من منساء تكلكل

ہم کب تک اپنی تلواروں کو حرکت دیتے رہیں گے اور معرکہ آرائی کرتے گلے کاٹتے رہیں گے

و يعلوربيع الا بطحين محمد على ربوة منا راس عنقاء عيطل

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سختیاں اور مصائب برداشت کر کے وادی بطحا کے موسم بہار میں ایک ٹیلہ پر چڑھ جائیں گے۔

و ياوى اليها هاشم ان هاشما عرانين كعب اخرا بعد اول

اور بنی ہاشم اس کے پاس پناہ حاصل کریں گے اور بنی ہاشم اول سے لے کر آخر تک سب کے سب سردار اور اشراف ہیں۔

فـان کـنـتـم تـرجـون قتل محمد فـرومـوا بـمـا جـمعتم نفل یذبل

اگر تم محمد کو قتل کرنا چاہتے ہوتو سب کے سب اکٹھے ہو کر ضرورت سے زیادہ کوشش کرتے رہو تمہاری کوشش بے فائدہ ہوگی۔

فـانـا سـنـمـنـعـه بـکـل طمـرة و ذی میعة نهدا المواکل هیکل

ہم لمبی ٹانگوں والے عمدہ مضبوط اور تنومند اور تیز رفتار گھوڑوں کے ساتھ آپ کا دفاع کرتے رہیں گے۔

و کـل ردینـی طـمـا کـعـوبـه و غضب کایماض الغمامة یفصل

ہر نیزہ کا بھالا بلند ہوگا اور شعلہ زن ہوگا جس طرح سفید بادل چمکتا ہے اور نیزوں کے بھالے ٹکڑے ٹکڑے کرتے چلے جائیں گے۔

بـایـمـان شـم مـن ذؤابة هـاشم مـغـاویـر الابـطال فی کل محفل

یہ کارروائی ہاشمی سرداروں کے ہاتھوں عمل میں لائی جائے گی جو ہر محفل میں بہادروں پر غارت ڈالتے ہیں۔[1]

رسول ﷺ کی شان میں چچا ابوطالب نے زبردست نعتیہ اشعار کہے۔

و مـا تـرکُ قـوم الا ابـالکا سیدا یـحـوط الذّمار غیر ذربِ مواکلِ

تیرا باپ مرجائے ایسے سردار کو چھوڑ دینا کیسی بدترین بات ہے۔ جو حمایت کے قابل چیزوں کی نگرانی کرتا ہے، نہ فسادی ہے اور نہ اپنا کام دوسروں پر چھوڑنے والا ہے

و اَبْیَـضَ یُسْتَسْـقٰی الغمامُ بِوَجْهِه ثِـمـالَ الیَتـامـی عَـصْمَةً لِلْاَ رَامِلِ

جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاری ہے۔ یتیموں کی سرپرستی کرنے والا اور بیواؤں کی پناہ ہے۔

یـلُـوذُ بـه الهلّاکُ الِ هـاشِـمٍ فَهُـم عـنَـده، فـی رَحْمَةَ و فوَاصِلِ

---

[1] سیرت ابن اسحاق، ص ۲۱۴

بنی ہاشم کے مفلس اس کے یہاں پناہ لیتے ہیں اور وہ اس کے پاس ناز و نعم اور اعلی مراتب پر ہیں۔[1]

چچا ابو طالب نے اپنے پورے قبیلہ کو صرف عصبیت کی بنیاد پر نہیں جمع کیا تھا۔ ذیل کے اشعار سے اندازہ کریں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے لئے اکٹھا کیا

لَعَمْری لقد کلفت وجدا بأحمد وَ اخواتِه دأب المحبّ المواصل

اپنی عمر کی قسم جس طرح دائمی محبت کرنے والوں کی حالت ہوتی ہے، میں بھی احمدؐ اور ان کے بھائیوں کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

فَلاَ زال فی الدُّنیا جَمالاً لا هِلها و زَیْناً لِمَنْ وا لاه ربُّ المَشاکِلِ

ایک دوسرے سے مشابہ شکلیں بنانے والا پروردگار، احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بھائیوں سے تعلقات رکھنے والوں کے لئے جمال دنیوی ہمیشہ رکھے اور جن لوگوں کی اس نے سرپرستی کی ہے ان کی زینت کو دوام عطا فرمائے۔

فَمَنْ مِثْلُه فی النَّاسِ ایّ موَمَّل اذا قَاسَمه' الحکاَّم عُند التَّفاضل

احمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا لوگوں میں ہے کون؟ فیصلہ کرنے والوں نے جب فضائل کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے مرتبہ کا اندازہ کیا تو اس کے لئے ان لوگوں میں جن سے امیدیں وابستہ کی جاتی ہیں عجیب قسم کی برتری پائی

حلیمٌ رشیدٌ عادلٌ غیر طالش یُوالی الٰھاً لیس عنهُ بغافل

وہ بردبار سیدھی راہ پر چلنے والا منصف ہے جلد باز نہیں ہے ایسے معبود سے تعلقات رکھنے والا ہے جو اس سے غافل نہیں۔

فو اللّهِ لو لا أن أحیی بسبّةٍ تَجُرُّ علی أُشیاخِنا فی المحاَفِلِ

واللہ اگر میری وجہ سے ہمارے بزرگوں پر مجمعوں میں میرے اسلام اختیار کرنے کی وجہ سے گالیاں پڑنے کا خوف نہ ہوتا (گمراہی کا الزام)

---

[1] سیرۃ النبی کامل۔ ابن ہشام مترجم عبدالجلیل صدیقی۔ ج اول۔ ص ۲۶۱

لکُنــاَّ اَتَّبعنـــاهُ علی کلِّ حـالَةٍ　　مِـنَ الـدَّهر جِدًّا غیر قول التَّهازُلِ

تو ہم اس کی پیروی ضرور کرتے خواہ زمانہ کی حالت کچھ بھی کیوں نہ ہو یہ بات میں نے حقیقت کے لحاظ سے کہی ہے دل لگی یا مذاق کے طور پر نہیں کہی

لقـد عـلـمـوا أنّ ابـننا لا مکذّب　　لـدینـا و لا یُعْنی بقول ألا باَطِلِ

سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے لڑکے پر جھوٹ کا الزام لگانے والا ہم میں سے کوئی نہیں اور جھوٹے الزامات لگانے والوں کی باتوں پر تو کوئی توجہ نہیں کی جا سکتی۔[۱]

چچا ابو طالب نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر آپؐ کی حفاظت کی جس کا اظہار چچا ابو طالب اپنے اس شعر میں کرتے ہیں:

فـأصبـح فینــا اَحْمَدُ فـی أرُومَةٍ　　لَـقُـصِّــر عـنــه سَوْرَةُ المتطـاوِلِ

ہم میں احمد نے ایسی جگہوں سے ظہور کیا ہے (ایسے ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں) کہ دست درازی کرنے والوں کی سختیاں اسے ضرر پہنچانے یا اس کا رتبہ اور منزلت حاصل کرنے سے قاصر ہے۔

حـدیـثُ بِـنَـفْسی دُونِـه وَ حَمَیْتـه　　وَ دَافَـعْـتُ عـنهُ بالذُّراو الکلاکِلِ

اس کی مدافعت کی خاطر میں نے اپنی جان خطرہ میں ڈال دی۔ اپنی پیٹھ کی انتہائی بلندی اور سینہ کے بڑے حصہ سے اس کی حفاظت کی (اپنے تمام اعضاء و جوارح سے)[۲]

شعب کی سختیوں کے باوجود بھی آپؐ کی حمایت کا زبردست اعلان!

کـذبتـم وبیـت الله نُبزی محمدا　　لَـمَّـا نـطـاعِـن دُونــه ونـنـاصل

بیت اللہ کی قسم تم نے غلط خیال کیا کہ ہم محمد کے متعلق مغلوب ہو جائیں گے حالانکہ ابھی تک ہم نے ان کے بچاؤ کے لئے نہ نیزہ زنی کی ہے نہ تیر اندازی۔

و نُسْـلِمــهُ حتّـی نُـصَّـرعَ حَوْلَـهُ　　وَ نُـذْهَـلَ عـن أبـنـائِنـا والحلائِلِ

---

[۱] سیرۃ النبی کامل۔ ابن ہشام۔ مترجم عبدالجلیل صدیقی۔ ج اول۔ ص ۲۶۸۔　　[۲] ایضاً

تم نے غلط خیال کیا ہے کہ ہم انہیں تمہارے حوالہ کردیں گے۔ ہرگز نہیں حتیٰ کہ ہم ان کے اطراف میں کٹ کٹ کر بچھ جائیں اور اپنے بیوی بچوں کو بھول جائیں۔

و ینهض قوم بالحدید الیکم نُهُوض الرّوایا تحت ذات الصَّلاصِلِ

تمہارے مقابلہ کے لئے ہتھیار بند لوگ ایسے اٹھیں گے جیسے پانی والی اونٹنیاں پکھالوں کے نیچے سے انہیں لے کر اٹھتی ہیں

و حتّی نری ذا الضَّغْنِ یرکب رَدْعَة مِن الطَّعْنِ فعل الا نُکبِ المتحامل

حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کینہ ور برچھی کا زخم کھا کر ایک جانب جھوک دے کر مشکل سے چلنے والے کی طرح خون میں نہا کر منہ کے بل گر رہا ہے۔

و اناَّ لعمرُ الله اِن جَدَّ ما اَری لَتَلْتَبِساً أسیافنا با لا ماثل

اللہ تعالیٰ کی بقا کی قسم جن واقعات کا میں خیال کرتا ہوں سچ مچ وہی واقع ہوئے تو ہماری تلواریں بڑے بڑے لوگوں کو پہن لیں گی ان کے پیٹوں میں ماردی جائیں گی یا بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوں گی۔

بِکفیّ فتیً مِثْلِ الشهاب سَمَیْدَع أَخی ثِقَة حامی الحقِیقةِ باسِلِ

ایسے جواں مرد کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب کا سا (روشن چہرہ والا یا بے دھڑک گھس پڑنے والا) سردار بھروسہ کے قابل صداقت کی حمایت کرنے والا بہادر ہو۔

شُهُورًا و ایامًا و حولًا مَجرماً علینا و تاتی حِجة بعد تامل

اسی حالت میں ہم پر کئی دن کئی مہینہ کئی سال گذر جائیں گے اور آنے والے حج کے بعد اور حج آئیں گے۔

و ما ترکُ قوم لا اَبالک سیّدًا یحُوطُ الذّمارَ غیر ذرب مواکل

تیرا باپ مر جائے، ایسے سردار کو چھوڑ دینا کیسی بدترین بات ہے جو حمایت کے قابل چیزوں کی نگرانی کرتا ہے، نہ فسادی ہے نہ اپنا کام دوسروں پر چھوڑنے والا ہے۔

قصیدۂ لامیہ کے اثرات

و کان لهذه القصيدة اثر خطير زلزل اوضاع مكة و استطاعت ان تحرك كامن العصبية عند اقارب بنى هاشم حيث ائتمروا سرا و دعوا الى نقض الصحيحفة [1]

اس قصیدہ نے لوگوں کو اندر سے ہلا دیا۔ بنی ہاشم کے اقارب کی عصبیت کو جگا دیا۔ لوگ چپکے چپکے اس معاہدۂ ظالمہ کے خلاف متحد ہونے لگے اور بالآخر نقض صحیفہ کے لئے تحریک شروع ہوگئی۔

ابوطالب نے اپنے قصیدہ کے اشعار سے مطعم کو للکارا یہ وہی مطعم ہیں جو تحریک نقض صحیفہ کے اہم ستون ثابت ہوئے۔ یہ قصیدہ لامیہ کے اثرات کا ہی حصہ ہے۔

أمُطعم لم أَخذُ لْکَ في يوم نَجْدَة و لا معظم عند الاُمور الجَلائل

اے مطعم! میں نے تجھے کبھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑا نہ خطروں کے وقت اور نہ بڑے بڑے اہم معاملوں میں

وَ لا يوم خَصْمٍ اذْأ تَوکَ أنِدّة اولى جَدَلٍ مِنَ الخُصُومِ المَسَاجِلِ

اور نہ جھگڑے کے وقت جب جھگڑالو، ضدی اور مقابلہ کرنے والے دشمن تیرے پاس آ گئے

أمُطْعِم اِنّ القَوْمَ سَامُو ک خُطَّةً و اِنّى مَتى اُو كَل فَلَسْتُ بِو كائل

اے مطعم! لوگوں نے تجھ سے سخت برتاؤ کیا لیکن میں جب تنہا تیرا پیچھا کروں گا تو تو چھوٹ نہ سکے گا۔ [2]

چچا نے اپنے قصیدہ میں زہیر کی تعریف کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں آگے چل کر سچ مچ زہیر نے وہی کچھ کیا جس کی اس سے امید کی گئی تھی۔

---

[1] السیرۃ النبویۃ عرض ووقائع وتحلیل أحداث ص ۲۴۰

[2] سیرۃ النبی کامل۔ ابن ہشام مترجم عبدالجلیل صدیقی۔ ج اول۔ ص ۲۶۳

و نِعم ابنُ اُختِ القوم غیر مُکذّب زُهیرٌ حساماً مفردًا مِنْ حمائل

زہیر قوم کا بہترین بھانجا ہے سچا ہے جھٹلایا ہوا نہیں ہے گویا وہ حمائل سے الگ کی ہوئی تلوار ہے۔[1]

أَشم مِنَ الشَّمّ البهالیل ینتمی الی حسبِ فی حَوْمَة المجد فاضل

سربلند سرداروں میں کا ایک سربلند ہے وہ ایسی شرافت کی جانب نسبت رکھتا ہے جو عزت کی بڑائی میں بڑھا ہوا ہے۔[2]

۱؎ ابن ہشام جلد اول ص ۲۶۶

۲؎ سیرۃ النبی کامل۔ ابن ہشام مترجم عبدالجلیل صدیقی۔ ج اول۔ ص ۲۶۶

محصورین شعب کے لئے

خاموش وخفیہ تعاون

محصورین شعب کے تعلق سے کفار کا یہی فیصلہ تھا کہ نہ تو ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی جائے گی اور نہ ہی انہیں کچھ بیچنے دیا جائے گا اور یہ بھی تھا کہ ان پر تمام طرح کی کھانے پینے کی رسد روک دی جائے گی لیکن باوجود ان تمام سختیوں کے کچھ لوگ مسلسل محصورین کو ریلیف پہونچانے کے لئے کوشاں رہا کرتے تھے اور وہ بھی اس ترکیب سے کہ معاہدۂ ظالمہ کی کھلے طور پر خلاف ورزی بھی نہ ہو، کوئی نیا مسئلہ بھی نہ بنے۔ تاریخ میں بہت زیادہ تفصیلات درج نہیں ہیں لیکن چند ناموں کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ نام تو ایسے ہیں جو ریلیف پہنچاتے وقت موقع پر ہی دھر لئے گئے تھے، اس لئے ان کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اونٹ پر جو غلہ اور اشیائے ضروریہ لدی ہوئی ہیں ان کو فراہم کرنے میں خاموشی سے کن کن لوگوں نے تعاون کیا ہوگا یہ تفصیلات کہاں اور کیسے ملیں گی؟ کچھ سرکردہ ذی حیثیت کفار جو نرم دل تھے خاموشی سے یہ سامان گھاٹی تک پہنچا دیتے تھے۔ ایسا کرنے والے افراد یقیناً قابل قدر ہیں لیکن ایسی ریلیف میں خاموش تعاون کرنے والوں کے نام ظاہر ہوں یہ ضروری نہیں۔ صرف چند ناموں کا تذکرہ ملتا ہے۔ بہرحال بڑی تعداد ان ناموں کی ہے جن کا تذکرہ نہیں ملتا اور شاید کبھی نہ ملے۔

''قافلۂ شوق'' پر پابندی لگ جانے کے بعد ایسے نیک اور خدا ترس لوگ ہیں جو اسیروں کی رہائی اور قانونی چارہ جوئی کے لئے اپنا خاموش تعاون دیتے ہیں اور اسیران فی سبیل اللہ کی کفالت کا فریضہ خاموشی سے ادا کر رہے ہیں۔ ایسے عملی تعاون کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہیں

ہوتی۔ ایسے ناموں کی تفصیلات صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔ رسول اللہ کے محصور
ہوجانے کے بعد مکہ کے مسلمانوں کے حالات اس سے بھی سخت رہے ہوں گے۔ باجود ان تمام
کے وہ محصورین کی مدد سے غافل نہیں رہے ہوں گے بھلے ہی ان ناموں کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا۔

ظالم کی اپنی یہ طبیعت ہوتی ہے کہ جب وہ ظلم کرتا ہے تو اس ظلم کے اثرات دیکھنا چاہتا
ہے۔ وہ مظلومین ومتأثرین کی چیخیں سننا چاہتا ہے۔ ان چیخوں سے اس کے جذبۂ ظلم کو تسکین ملتی
ہے۔ اصحاب اخدود کے ظالمین جب اہل ایمان کو آگ کی خندق میں جھونک رہے تھے تو یہ
دلدوز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی رہے تھے۔

یہ ظالمین بچوں کی چیخوں اور رونے کی آوازوں سے بہت خوش ہوتے تھے۔ آج کے
ظالمین تو ایسے تمام ظلم کے لئے پہلے ایک قانون بنالیتے ہیں اور اس قانون کی آڑ لے کر فیصلہ
کرلیتے ہیں کہ یہ تمام دہشت گرد ہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا انسانی سلوک روا نہیں رکھا
جاتا۔ اور جو ان ظالمین کا ساتھ دیتا ہے وہی اصلاً انسانیت کا علمبردار قرار پاتا ہے اور جو ان
ظالموں کا ساتھ نہیں دیتا گویا وہ دہشت گردوں کے ساتھ ہے۔ ایسا قانون اور ماحول بنالینے کے
بعد کسی خطۂ خاص سے تعلق رکھنے والے شیر خوار بچے، عورتیں، بوڑھے، مریض، جوان تمام کے
ساتھ سارے مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔ عراق پر عائد کی گئی پابندی کے نتیجہ میں لاکھوں بچے دوا
اور غذا کی عدم فراہمی سے فوت ہوگئے۔ سوڈان پر عائد پابندی کی وجہ سے لاکھوں بچے اور
بوڑھے و جوان مریض دواؤں کی قلت سے لقمہ اجل بن گئے۔ افغانستان پر عائد پابندی کی وجہ
سے پورے افغانستان میں بڑی تعداد میں مریض فوت ہوئے۔ کشمیر میں سودن کے کرفیو میں
جانے کتنے بچے دودھ غذا اور دوا کی عدم فراہمی سے فوت ہوئے ہوں گے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے
ہمارے اپنے ملک میں ٹاڈا، پوٹا اور یو پی اے جیسے ظالمانہ قانون کے تحت بے قصوروں کی، ان
کے اہل خانہ کی، جس کسی نے بھی انسانی ہمدردی کے نام پر مدد کی، تعاون کرنے والے کو بھی بڑی
بڑی پریشانیاں جھیلنی پڑیں۔ حالانکہ گرفتار ہونے والا صرف ایک ملزم ہے اور پندرہ سولہ سال بعد

وہ بےقصور ثابت ہو کر رہا بھی ہو جاتا ہے لیکن پہلے دن سے ہی دہشت گرد ہے۔اس کے اہل خانہ کو بھوکا مار دیا جائے، وہ خود جیل میں بغیر کسی ریلیف کے بھوکا مر جائے یا پھر تنگ آ کر گناہ ناکردہ کو قبول کر لے۔ایسا ظلم روا رکھا جاتا ہے۔

مکہ کے حالات مقاطعۂ ظالمہ کے فیصلہ اور پھر اس کو خانہ کعبہ میں لٹکا دینے کے بعد سخت ترین حالات میں خاموش تعاون کرنے والوں کے نام خود تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے تاہم چند ابھرے ہوئے ناموں سے وابستہ کارناموں کو سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔ایک عظیم سیرت نگار صدیق ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ''غیر مسلموں کی جانب سے اس قسم کی امداد کے علاوہ دوسرے قبیلوں کے مسلمان بالخصوص ابو بکرؓ وعمرؓ مقاطعہ کو ناکام بنانے کی تدبیریں نکال لیتے تھے۔دو سال گذر چکے تھے اور اب ابو بکرؓ دولت مند شخص شمار نہیں ہو سکتے تھے۔وہ اپنا سرمایہ دعوت اسلامی کی نذر کر چکے تھے۔لیکن اس نوع کی امداد کے باوجود دونوں قبیلوں میں مسلسل اور مستقل غذائی قلت رہتی تھی اور کبھی کبھی یہ قلت قحط کی حد کو چھونے لگتی تھی''۔[1]

پروفیسر ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی رقم طراز ہیں ''صحابہ کرام بھی اپنی بساط بھر امداد کرتے تھے اگرچہ اس زمانہ ابتلا میں صحابہ کرام کی امداد و اعانت ماخذ کی روایات میں نہیں ملتا۔حضرت صدیقؓ و فاروقؓ اور عثمانؓ و عبدالرحمٰنؓ جری و جاں نثار صحابہ کرام کسی طرح خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے۔''[2]

محصورین شعب پر چہار گوشہ سے غلہ کی سپلائی روک دی گئی تھی۔سخت پہرہ بٹھا دیا گیا تھا لیکن پھر بھی سعید روحیں اس فکر میں رہا کرتی تھیں کہ ان محصورین کی چوری چھپے کیسے مدد کی جائے۔وہ اکثر اسی گھاٹی کے ارد گرد رہا کرتے تھے۔بچوں کے رونے کی آوازیں انہیں اندر سے دہلائے دے رہی تھیں۔انھیں اس معاہدہ ظالمہ کے خلاف اکسا رہی تھیں۔معاہدہ کی ایک شق یہ

---

[1] حیات سرور کائنات محمدﷺ مارٹن لنگس ص ۲۱۱

[2] دعوت نبوی پر قریش اکابر کا ردعمل۔مجموعہ مقالات سیرت سیمینار ۲۰۱۳ء۔یٰسین مظہر صدیقی

تھی کہ ان کے ہاتھ نہ کوئی چیز بیچی جائے گی اور نہ ہی کچھ خریدا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ محصورین کا اپنا غلہ اگر کہیں پیدا ہو رہا تھا یا کہیں رکھا ہوا تھا تو وہ بھی نہیں جانے دیا جائے گا۔ لیکن ظالموں نے لکھے بغیر ایسا کر رکھا تھا۔

گھاٹی کے محصورین کے پاس کھانے کیلئے کچھ نہیں ہوتا تھا مگر جو کچھ خاموش اور خفیہ طریقے سے پہونچ جاتا تھا۔ **قال ابن اسحاق . ولم یصل الیهم شئٌ اِلاَّ سرًّا مُسْتَخْفِیاً بِهٖ من اراد صِلَتهمْ مِنْ قریشٍ.**[1]

چوری چھپے محصورین کی مدد

حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد محصورین کی چوری چھپے مدد کرتے تھے۔ اکثر کھانے پینے کی اشیاء خرید کر رات میں چپکے سے گھاٹی میں اپنی پھوپھی کے پاس بھجوا دیتے تھے۔ ایسا وہ پابندی سے کرتے تھے۔ **فکان یشتری الطعام و یرسل الیٰ عمته السیده خدیجة لیلاً**[2]

ایک بار ایسا ہوا کہ حکیم بن حزام اپنے غلام کے سر پر ایسی ہی اشیاء لاد کر لے جا رہے تھے کہ ابوجہل نے راہ میں پکڑ لیا۔ اس نے روکا اور کہا کیا تم بنی ہاشم کے پاس کھانا لے کر جا رہے ہو بخدا میں تمہیں ایسا کرنے نہیں دوں گا۔ میں تمہیں سب کے سامنے رسوا کروں گا۔ اس لئے کہ تو معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ **(أتذهب بالطّعام الیٰ بنی هاشم ؟ والله لا تبرح أنت و طعامک حتی افضحک بمکة**[3]

ابن حزام نے کہا یہ غلہ میں اپنی پھوپھی کے یہاں لے کر جا رہا ہوں یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ میرے ہوتے ہوئے میری پھوپھی بھوکی مرجائے۔ اسی اثناء میں ابوالبختری بن ہاشم بن حارث بن اسد نے ابوجہل سے کہا **فقال له ابو البختری طعام کان لعمته عنده افتمنعه أن یاتیها بطعامها ؟خل سبیل الرجل فابی ابو جهل حتی نال أ حد هما**

---

[1] البدایه والنهایة الجزء الثالث ص ۷۲ [2] السیدہ خدیجہ ص ۹۲ [3] ایضاً

من صاحبه فأخذ ابو البختری لحی بعیر فضربه فشجه و وطئه وطأً شدیداً .[1]

یہ حکیم کی پھوپھی کا کھانا ہے۔ جو حکیم کے پاس تھا اب وہ اسے اپنی پھوپھی کے پاس پہنچانا چاہتا ہے کیا تم اسے ایسا کرنے سے بھی باز رکھنا چاہتے ہو۔ لیکن ابوجہل نے اسے چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ ابوالبختری نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی ابوجہل کے سر پر دے ماری اور اسے زخمی کر دیا۔ اور پاؤں سے کچل کر ابوجہل کی خوب مرمت کی۔

ابوالبختری کے ہاتھوں ابوجہل کی دھنائی ہو رہی تھی، حضرت حمزہ بن عبد المطب قریب ہی کھڑے یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا ہے ابوجہل نے شعب کے دہانے پر ہی حکیم بن حزام کو پکڑا تھا اور یہ ساری مار پیٹ اسی دہانے پر ہی ہوئی جسے حضرت حمزہؓ بن عبد المطب دیکھ رہے تھے۔ ابوالبختری نے ابوجہل کی جم کر دھنائی کی اور یہ اشعار بھی کہے۔

ذق یا ابا جهل لقیت غما کذلک الجهل یکون ذما

اے ابوجہل اپنی غم زدگی کا مزہ چکھو اس طرح جہالت اور سخت کلامی مذمت کا باعث بنتی ہے

سوف تری عودی ان الما کذلک اللوم یعود ذما

تو دیکھے گا کہ میں جلد لوٹ آؤں گا اور اسی طرح سرزنش اور دھمکی لوٹ کر مذمت بن جاتی ہے۔

و تعلم انا نفرج المهما و یمنع الابلج ان یطما

تو جانتا ہے کہ ہم مہمات امور کو سر کرتے ہیں اور کشادہ رو اور ہشاش بشاش آدمی کو مغلوب نہیں کیا جاتا۔[2]

ہشام بن عمرو اکثر چوری چھپے محصورین کی مدد کرتا تھا۔ اس کی تفصیل **یأتی بالبعیر**

---

[1] الطبقات الکبریٰ ابن سعد حصہ اول ص ۱۶۰، عیون الاثر ج اول ص ۱۶۰، سیرۃ النبی کامل۔ ابن ہشام مترجم عبدالجلیل صدیقی۔ ج اول۔ ص ۲۱۶، محمد رسول اللہ تالیف محمد رضا ص ۱۳۵

[2] سیرت ابن اسحاق، ص ۱۶۸

قد أوقره طعاماً ليلًا حتى اذا اَقبَله الشّعبَ خَلَعَ خِطامَه و ضرب علىٰ جنبيه فيدخل الشّعب[1]

يأتي بالبعير و بنو هاشم و بنو مطلب في الشعب ليلًا قد اوقره طعاماً حتّى اذا أقبل به فم الشعب خلع خطامه مِنْ رأ سِهٖ ثُم ضرب علىٰ جنبهٖ فيدخل الشعب عليهم ،ثُم يأتي به قدا وقره بِرًّا فيفعل به مثل ذالک[2]

ہشام بن عمرو بنی ہاشم سے اچھے تعلقات رکھتا تھا وہ خود بھی اپنی قوم میں مرتبہ والا تھا وہ غلہ کے اونٹ رات کے وقت لاد کر وہاں لاتا جہاں بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب محصور تھے۔ یہاں تک کہ جب درہ کے دہانہ پر آتا تو اونٹ کی نکیل نکال ڈالتا اور اونٹ کے پہلو پر زور سے مارتا مارنے کے وجہ سے اونٹ بھاگ کر درہ کے اندر ان کے پاس پہنچ جاتا۔ پھر اونٹ پر کپڑے اور خانہ داری کا ضروری سامان لاد کر لاتا اور پھر درہ کے پاس لا کر ویسا ہی کرتا۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ہشام بن عمرو رات کے وقت اونٹ پر خوراک لاد کر لاتا جب گھاٹی کے دہانہ پر پہنچتا تو اونٹ کی مہار کھول دیتا اور اس کے پہلو پر ضرب رسید کرتا اونٹ گھاٹی میں داخل ہو کر بنی ہاشم کے پاس پہنچ جاتا پھر اسی طرح وہ گیہوں یا پارچہ جات اونٹ پر لاد کر لاتا اور اسی طرح گھاٹی میں پہنچا دیتا۔[3]

خود اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شعب ابی طالب مکہ سے کچھ فاصلہ پر واقع تھی اور اس میں داخلہ کے لئے کوئی تنگ دہانہ تھا اور اندر محصورین تھے۔ اور اونٹ کو بے مہار کر دینے کی حکمت یہ تھی کی گویا وہ بے قابو ہو کر بھاگ گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہشام چوری چھپے احتیاط کے ساتھ برابر مدد کرتا تھا۔ اور دھیرے دھیرے وہ ان لوگوں کو بھی جاننے لگا تھا جو چوری چھپے ان محصورین کی مدد کرتے تھے۔

---

[1] البلاذری انساب الأشراف۔ ج اول ص ۵۴۵۔

[2] سیرۃ النبی کامل۔ ابن ہشام ج اول تحقیق مجدی فتحی السید ص ۴۶۹۔

[3] سیرت ابن اسحاق، ص ۲۲۰

شعب میں چوری چھپے مدد کرنے والوں میں آپ کے بڑے داماد حضرت زینب کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بھی تھے جن کا تعلق بنی امیہ سے تھا۔ راتوں کو اکثر گندم اور کھجوریں بھجوا دیتے تھے اس دورِ ابتلاء میں ان کی اس امداد کا حضور ﷺ نے بعد میں ذکر فرمایا اور حق دامادی کی ادائیگی پر ان کی تعریف فرمائی۔[1]

کچھ لوگ اس طرح مدد کرتے تھے کہ اس راہ میں رکاوٹ بننے والوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیتے تھے ۔ حضرت عباس بن عبد المطلب شعب سے کچھ کھانے پینے کی اشیاء خریدنے کے لئے نکلے لیکن ابوجہل نے انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا حضرت خدیجہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے زمعہ بن الاسود کو کہلا بھیجا کہ ابوجہل ہمیں ضروری اشیاء خریدنے سے منع کرتا ہے۔ ایسا کرنے سے آپ اس کو منع کر دیں۔[2]

ان تمام ریلیف سے بمشکل ہی گذر اوقات ہوتی تھی۔ اکثر بھوک اور فاقے ہی ہوتے تھے تاہم یہ ریلیف ان کو زندہ رکھنے میں بڑی معاون تھی۔

۱؎ سیرت احمد مجتبیٰ ظہور قدسی سے مسجد قبا تک، ص ۳۳۵

۲؎ البلاذری انساب الاشراف ج اول ص ۵۴۶

دوران محصوری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگرمیاں

علاوہ محترم مہینوں کے آپ گھاٹی سے باہر نہیں نکلتے تھے۔تمام سختیاں برداشت کرتے ہوئے آپؐ اللہ سے دعائیں کرتے تھے۔ جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم محصوری سے پہلے کررہے تھے، وہی کام یہاں بھی جاری رہا بس دائرہ سمٹ گیا تھا۔ پوری دل سوزی کے ساتھ دعوت دین کا فریضہ جاری تھا۔ ''و الرّسولُ مع ذلک مستمر علی دعوته یدعو هم لیلاً و نهارًا سراً او اعلانًا منادیاً بأمر اللہ لا یتق فیه أحداً من الناس''[۱]

کفار ایام حج میں قتال کو حرام سمجھتے تھے۔آپؐ انہیں ایام میں گھاٹی سے باہر نکلتے تھے۔ حج کے لئے آئے ہوئے قافلوں کو دین کی دعوت دیتے تھے۔ذیل کا اقتباس اہمیت کا حامل ہے۔

''گھاٹی میں محصور ہونے کے دور میں بھی مسلمان حج کے موسم میں لوگوں سے ملتے تھے اور اپنے مصائب کو پس پشت ڈال کر ہر آنے والے کے سامنے دعوت دین پیش کرتے تھے۔ظلم وستم ان کے حوصلہ کو توڑ نہ سکے بلکہ ان میں مزید شدت آگئی تھی ۔اس مرحلہ میں بھی اسلام کو بہت سے نئے مددگار ملے۔اس کے ساتھ ہی یہ کامیابی بھی ملی کہ مشرکین کے درمیان باہم اختلاف پیدا ہونے لگا کہ کیا جو کچھ انہوں نے کر رکھا ہے وہ درست ہے؟''[۲]

حج کے ان ایام میں جب آپؐ فریضہ دعوت دین ادا کررہے ہوتے تھے اس پورے عرصہ میں ابولہب ملعون آپ کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ وہ ہفوات بکتا تھا اور قافلہ والوں کو ورغلاتا تھا۔

۱؎ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ الدولۃ الامویۃ ۔تالیف الشیخ محمد الخضری بک جزء اول ص ۷۷۔محمد رسول اللہؐ، تالیف محمد رضا ص ۱۳۶

۲؎ سیرت پیغمبر اسلام، علامہ محمد غزالی، ص ۱۱۵

ایھا النـاس ھذا مجنونٌ لا تسمعوا لحدیثه و من یسمع له و یصدقه یھلک لوگو! اس کی بات مت سننا، یہ پاگل ہے جو اس کی بات سنے گا اور اس کی تصدیق کرے گا ہلاک ہوگا۔[۱]

''شعب کے دوران ۔نزول قرآن''

شعب ابی طالب میں آپؐ کے ساتھ محصور مسلمانوں کی تعداد تو بہت تھوڑی تھی۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ، آپؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں، آپؐ کی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ جن کی عمر اس وقت تقریباً پندرہ سال تھی، حضرت علیؓ بھی ابھی کم عمر تھے، حضرت زیدؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت امیر حمزہؓ تھے۔ظاہر ہے اس عرصہ میں جو بھی قرآن نازل ہوا اس کا روئے سخن آپؐ کی ذات مبارکہ تھی۔اس عرصہ میں قرآن کی کون کون سی سورتیں نازل ہوئیں، یہ تفصیل بالتعیین نہیں ملتی ۔ایک عظیم سیرت نگار کا تبصرہ قابل لحاظ ہے'' جو قرآن تین سال تک شعب میں نازل ہوتا رہا وہ کیا ہے، تفاسیر اور احادیث اس سوال کے جواب میں خاموش معلوم ہوتیں ہیں۔غور طلب یہ ہے کہ اس زمانہ کی سورتوں میں کیا تعلیم ہے اور روئے سخن کس کی طرف ہے؟ ظاہر ہے شعب میں چند مومن باقی سب کافر تھے۔باہر جو مسلمان تھے وہ اپنی اپنی پریشانیوں میں مبتلا تھے'' [۲]

اس ضمن میں مولانا مودودیؒ کی حسب ذیل تفصیل بہت اہم ہے:

''جہاں تک مدنی سورتوں کا تعلق ہے ان میں تو قریب قریب ہر ایک کا زمانۂ نزول معلوم ہے یا تھوڑی سی کاوش سے متعین کیا جا سکتا ہے بلکہ ان کی تو بکثرت آیتوں کی انفرادی شان نزول تک معتبر روایات میں مل جاتی ہے لیکن مکی سورتوں کے متعلق ہمارے پاس اتنے مفصل ذرائع معلومات موجود نہیں ہیں ۔بہت کم سورتیں اور آیتیں ایسی ہیں جن کے زمانۂ نزول اور موقعۂ نزول کے بارے میں کوئی صحیح و معتبر روایت ملتی ہو کیونکہ اس زمانہ کی تاریخ اس قدر جزئی تفصیلات کے ساتھ مرتب نہیں ہوئی ہے جیسی مدنی دور کی تاریخ ہے ۔اس وجہ سے مکی

---

۱ رحمۃ اللعالمین ۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری ص ۲۳۱۔　　۲ رسول عربیؐ ۔پروفیسر محمد اجمل خان ص ۲۳۱

سورتوں کے معاملہ میں ہم کو تاریخی شہادتوں کے بجائے زیادہ تر اندرونی شہادتوں پر اعتماد کرنا پڑتا ہے جو مختلف سورتوں کے موضوع و مضمون اور انداز بیان میں ان کے جلی یا خفی اشارات میں پائی جاتی ہیں اور ظاہر ہے اس نوعیت کی شہادتوں سے مدد لے کر ایک ایک سورہ اور ایک ایک آیت کے تعلق سے یہ تعیین نہیں کی جاسکتی کہ یہ فلاں تاریخ کو فلاں سنہ میں فلاں موقع پر نازل ہوئی ہے۔ زیادہ صحت کے ساتھ جو کچھ کہا جاسکتا ہے وہ صرف یہ کہ ایک طرف ہم مکی سورتوں کی اندرونی شہادتوں اور دوسری طرف نبیﷺ کی مکی زندگی کی تاریخ کو آمنے سامنے رکھیں اور پھر دونوں کا تقابل کرتے ہوئے یہ رائے قائم کریں کہ کون سی سورہ کس دور سے تعلق رکھتی ہے۔[۱]

یہ بات عیاں ہے کہ شعب کے اندر محصور ہونے والوں میں چند افراد ہی مومن تھے اور شعب سے باہر جو مسلمان تھے وہ بھی پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ کس طرح ان مصائب سے نجات ملے۔ ''تعلیم دین (نظریہ کی حد تک) تو پہلے ہی مکمل ہو چکی تھی لہذا بار بار مسلمانوں یا مشرکوں کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی کہ اسلام کیا ہے؟ نہ اس سلسلہ میں نئی وحی کی ضرورت تھی۔ اسلام کا بنیادی نظریہ ہستیٔ باری تعالیٰ، بعث بعد الموت اور جزا و سزائے اعمال کی شکل میں پیش ہو چکا تھا''۔[۲]

''اس عرصہ میں جو قرآن نازل ہوا اس کا روئے سخن صرف رسول اللہ کی طرف تھا۔ اس عہد کی تعلیم کا مقصد صرف یہ تھا کہ الملك و الدین تو امان یعنی ریاست اور دین جڑواں بھائی ہیں'' اب جو سلسلہ وحی شروع ہوا وہ ملک اور حکومت کے اصول بتاتا ہے۔ آنحضرتﷺ نے ادیان کی تاریخ پر غور کرتے ہوئے معلوم کر لیا تھا کہ جب تک حکومت و سلطنت نہ ہو اس وقت تک دین قائم نہیں ہو سکتا' دین اور سلطنت لازم اور ملزوم ہیں ایک کے بغیر دوسرا ناکافی ہے۔[۳]

تمام مکی سورتوں کا ایک ہی رنگ ہے۔ مثلاً توحید الوہیت توحید ربوبیت دنیا و آخرت

۱۔ تفہیم القرآن جلد اول، سورہ الانعام تاریخی پس منظر میں ص ۵۲۲

۲۔ انقلاب مکہ۔ سیرت نبوی نزول قرآن کی روشنی میں، ص ۱۸۰

۳۔ ایضاً ص ۱۸۱

میں صرف اللہ وحدہ کی اطاعت وبندگی نیز وحی اور معاد وغیر کا مسئلہ۔[۱]

اس طور پر ہم دیکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ دین کی تعلیم تو دیگر مکی سورتوں کے ذریعہ مکمل ہوگئی تھی لہذا بار بار یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ دین کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ اسلام کی بنیادی تعلیم کا تصور الالہ اور بعث بعد الموت کی شکل میں پیش ہو چکا تھا'' اللہ نے یہ سامان مہیا کر دیا کہ اقوام عرب کو اسلام کا پیغام پہنچانے سے پہلے المرسل ﷺ کو تین سال کی تیاری کا زمانہ ملے۔ اور آپ ﷺ دنیا کو اسوۂ یوسفی (قید و بند) اور اسوہ موسوی (ہجرت و جہاد) پر عمل کر کے یہ دکھا سکیں کہ خدا پر بھروسے کرنے والا ایک تنہا شخص فتح حاصل کر سکتا ہے۔[۲]

۱۔ تفسیر فی ظلال القرآن جلد ۷ ص ۱۰۔

۲۔ رسول عربی۔ پروفیسر محمد اجمل خان ص ۲۲۱

تحریکِ نقضِ صحیفہ

نوشتۂ ظالمہ کے خاتمہ کی تحریک

معاہدہ چند سطور پر مشتمل تھا۔ ایک عام ذہن اس کی گہرائی تک نہیں پہنچ پا رہا تھا۔ اس کا طریقہ نفاذ بھی عام لوگوں پر واضح نہیں تھا۔ اس کے باوجود اکثریت اس معاہدہ کے ساتھ تھی۔ لیکن جیسے جیسے اس معاہدہ پر سختی سے عمل شروع ہوا اور شدائد و مشکلات کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہونے لگا عوام میں بے چینی اور اضطراب بڑھنے لگا۔ لوگ اندر اندر اس معاہدہ سے نفرت کرنے لگے۔

"قریش رات کے وقت بنی ہاشم کے بھوکے بچوں کے رونے کی آوازیں گھاٹی کے باہر سے سنتے تھے، جب صبح کے وقت اٹھ کر وہ اپنی مجلسوں میں خانہ کعبہ کے پاس بیٹھتے تو ایک دوسرے سے سوال کرتے ایک آدمی اپنے رفیق سے پوچھتا تمہارے اہل وعیال نے گذشتہ رات کیسے گذاری۔ وہ جواب دیتا خیریت سے پہلا آدمی کہتا لیکن تمہارے یہ بھائی جو گھاٹی میں محصور ہیں انہوں نے اس حال میں رات بسر کی کہ ان کے بچے صبح تک بھوکے بلکتے رہے"۔

آہستہ آہستہ اس معاہدہ کے خلاف نفرت بڑھنے لگی۔ لوگ دل ہی دل میں کڑھنے لگے اور اس ظلم کے خلاف دبے لفظوں میں کچھ کچھ نہ کچھ کہنے لگے تھے۔

ایک شخص جو طبیعتاً بڑا نرم خو تھا انسانیت نواز تھا وہ روز اول سے ہی فکر مند تھا کہ محصورین بھوک سے مر نہ جائیں۔ وہ چوری چھپے ان تک رسد پہنچاتا اور اسے بہر حال یہ معلوم تھا کہ اور کون کون چپکے سے ان محصورین کی مدد کرتے ہیں؛ ان کے لئے فکر مند رہتے ہیں۔ اس خلیق اور بہادر شخص کا نام ہشام بن عمرو تھا۔

ہشام بن عمرو بن ربیعہ بن حارث بن خبیب بن خزیمہ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔ یہ صلح پسند اور نرم طبیعت تھا۔ شعب ابی طالب کے محصورین کے ساتھ اس کو بڑی ہمدردی تھی جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ نضلہ بن ہاشم بن عبد مناف کے بھائی کا بیٹا اس کا اخیافی تھا اور بنی ہاشم سے اس کے بڑے خوش گوار اور دیرینہ مراسم تھے۔ وہ محصورین کی چوری چھپے مدد بھی کرتا تھا۔ اس نے اس معاہدہ کو چاک کرنے کے لئے تحریک چلائی۔

ہشام سب سے پہلے ''زہیر'' کے پاس گیا۔ زہیر بن امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم۔ زہیر عبدالمطلب کے نواسے اور رسول خدا صلعم کی حقیقی پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے ہشام نے زہیر سے کہا ''فقال یا زهیر " أرضیت بان تأکل و تشرب و تلبس الثیاب و تنکح النساء اٰمنا و اخوالک بحیث علمت الحال التی تعرف مِنَ الجهد و الضر؟ فقال انما انا رَجَلٌ واحد قال فقدت ثانیًا قال من هو ؟ قال أنا.[1]

ایک دوسرے حوالے میں زہیر کی گفتگو میں حسب ذیل اضافہ ہے

أرضیت ان تاکل الطعام ،تلبس الثیاب و تزوج النساء و اخوالک حیث قد علمت لا یُباع لهم شئیٌ و لا تبتاع منهم و لا یتزوجُون و لا یتزج منهم او لو کانوا أخوالاً لابی جهل الحکم بن هشام ثم دعوته الٰی مثل ما دعاک الیه ما اجابک الٰی ما تطلبه أبدًا.[2]

اے زہیر کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم آرام سے کھاؤ پیو اور مزے سے کپڑے پہنو۔ اور عورتوں سے نکاح کرو اور تمہارے ماموں زاد بھائی تمہیں ان کا حال معلوم ہے کہ کسی طرح ان کے صبح و شام گذر رہے ہیں نہ انہیں کوئی چیز بیچی جاتی ہے نہ انھیں کچھ خریدنے دیا جاتا ہے نہ انہیں شادی بیاہ کرنے دیا جارہا ہے اگر ایسا کچھ معاملہ ابوجہل کے ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ ہوتا تو تم

---

[1] البلاذری۔ انساب الاشراف الجزء الاول، ص ۵۴۷۔　[2] عظمة الرسول۔ محمد عطیه الابراشی ص ۱۵۰

دیکھتے وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کرنے دیتا۔زہیر نے جواباً کہا میں کیا کروں۔میں بالکل مجبور ہوں۔میں اکیلا ہوں۔ہشام نے کہا میں نے دوسرا شخص پالیا ہے۔زہیر نے پوچھا دوسرا کون؟ وہ دوسرا شخص میں خود ہوں۔زہیر نے کہا اب ہمیں تیسرے فرد کو تلاش کرنا ہوگا۔تیسرے فرد کی تلاش میں زہیر مطعم بن عدی کے پاس گیا اور اس سے خطاب کر کے کہا أ رضیت أن یھلک بطنان من بنی عبد مناف و انت شاھد[1] کیا تم اس پر راضی ہو کہ بنی عبد مناف بھوکے مر جائیں اور تم ایک تماشائی بن کر دیکھتے رہو بخدا اگر تم نے قریش کو اسی طرح بنو ہاشم کا خاتمہ کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی تو تم یقیناً دیکھو گے کہ یہی سلوک تمہارے ساتھ بھی روا رکھا جائے گا۔اس نے کہا افسوس میں کیا کروں میں تو اکیلا ہوں ہشام نے کہا تمہارے ساتھ دوسرا بھی ہے مطعم نے کہا وہ کون ہشام نے کہا میں خود ہوں مطعم نے کہا ہمیں تیسرے کو تلاش کرنا چاہئے۔ہشام نے کہا وہ میں نے تلاش کر لیا ہے مطعم نے پوچھا وہ کون ہشام نے کہا وہ زہیر بن امیہ ہے۔مطعم نے کہا ہمیں چوتھا بھی تلاش کرنا چاہئے جو ہمارا ہم نوا ہو۔[2]

مطعم بن عدی بن نوفل (برادر ہاشم) یہ وہی مطعم ہے جس نے معاہدہ کرنے والوں کا ساتھ دیا تھا (مطعم بن عدی اور چچا ابو طالب کے مکالمہ کی تفصیل اسی کتاب میں پیچھے گذر چکی ہے۔) بعید نہیں کہ چچا ابو طالب کے اشعار اور ہشام بن عمرو کی تقریر نے متأثر کیا ہو کہ وہ اندر سے تبدیل ہو گیا۔

ہشام چوتھے فرد کی تلاش میں ابو البختری العاص بن ہاشم بن حارث بن اسد بن عبد العزی کے پاس گیا۔اور اس کے ساتھ محصورین کی قرابت اور حقوق کا ذکر کیا۔اس نے پوچھا کیا کوئی اور بھی اس معاملہ میں مدد کرنے والا ہے **هل مِنْ اَحَدٍ علٰی هذا الرأی؟**[3]

ہشام نے کہا ہاں مطعم بن عدی زہیر بن امیہ بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ابو البختری نے کہا

---

[1] البلاذری۔ انساب الاشراف الجزء الاول، ص ۵۴۷

[2] سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۷۴ مزید البلاذری۔ انساب الاشراف الجزء الاول، ص ۵۴۷

[3] ایضاً

ہمیں پانچواں آدمی بھی ساتھ ملانا چاہئے۔ یہ وہی ابوالبختر ی ہے جس نے ابوجہل کی دھنائی کی تھی۔ یہ وہی ابوالبختر ی ہیں جو عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوسفیان، ابوالبختر ی اسود بن عبدالمطلب، ولید بن مغیرہ، ابوجہل اور عاص بن وائل کے ساتھ ابوطالب کے پاس آئے تھے۔ اور ابوطالب سے کہا تھا کہ آپ بیچ سے ہٹ جائیں، ہم آپ کے بھتیجے سے نمٹ لیں گے۔ [1]

اس کا صاف مطلب ہے کہ جب معاہدہ ظالمہ پرسختی سے عمل ہوا، مظالم بڑھ گئے، تب ابوالبختر ی اندر سے اس معاہدہ کا مخالف ہوا۔ یہ تبدیلی اس کے اندر بعد میں آئی۔

پانچویں فرد کی تلاش میں ہشام زمعہ بن الاسود بن المطلب بن عبدالعزیٰ کے پاس گیا۔ اس سے بات کی، اسے آمادہ کیا۔ زمعہ کی جانب ہشام کی نگاہ کیوں گئی اس لئے کہ زمعہ بن الاسود کا محصورین کے تئیں نرم گوشہ تھا۔ ایک واقعہ پہلے گذر چکا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب گھاٹی سے نکل کر کچھ خریدنے کے لئے گئے تو ابوجہل نے انہیں منع کر دیا۔ حضرت خدیجہ نے زمعہ بن اسود کے پاس کہلا بھیجا کہ ابوجہل خریدنے سے منع کر رہا ہے۔ انہوں نے ابوجہل سے بات کی اور اس کو ایسا کرنے سے روکا۔

ہشام زمعہ بن الاسود کے پاس گیا اس سے بات کی محصورین کی قرابت اور حقوق کا ذکر کیا۔ زمعہ نے دریافت کیا جس بات کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو کیا اس معاملہ میں کوئی اور شخص بھی تمہارا ساتھی ہے۔ ہشام نے کہاہاں پھر ہشام نے دیگر ساتھیوں کے نام بتائے۔ [2]

ان تمام نے طے کیا کہ رات کے وقت مکہ کے بالائی سمت میں واقع حجون پہاڑ کے اس مقام پر ملاقات کریں گے جہاں سے وہ ٹوٹا ہوا تھا اور اس کی شکل سونڈ کی سی ہوگئی تھی۔ رات میں وہیں ملیں گے۔ یہ تمام رات میں اکٹھا ہوئے غور کیا مشورہ کیا اور عہد نامہ پھاڑ ڈالنے اور محصورین کو شعب سے باہر نکال لانے کا عہد کیا۔ ''و اجمعوا امرھم و تعاھدوا علی القیام بنقض ما فی الصحیفة و اخراج بنی ھاشم و بنی عبد المطلب من

[1] سیرت ابن اسحاق، صفحہ ۱۵۱۔
[2] سیرت ابن اسحاق، صفحہ ۲۲۸

الشعب . وہ سب اس بات پر متفق ہو گئے اور آپس میں نقض صحیفہ اور بنو ہاشم کو شعب سے نکال باہر لانے کا عہد ہوا۔[۱]

واتفق هؤلاء الخمسة من الشجعان الاحرار ليعلنوا صراحة نقض تلك الصحيفة المعلقة على الكعبة[۲] ان پانچ بہادروں نے اتفاق کیا کہ وہ اس ظالم معاہدہ کی منسوخی کا اعلان کریں گے جو کہ خانہ کعبہ میں آویزاں ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معاہدہ ظالمہ کو کس قدر مضبوط پشت پناہی حاصل تھی کہ باوجود اس معاہدہ کے ظلم پر مبنی ہونے کے، اس کے خلاف اکیلے اٹھ کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہو پا رہی تھی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ کمال عیاری سے اس معاہدہ کو مذہبی رنگ دے دیا گیا تھا اور اس کو عوامی حمایت بھی حاصل تھی۔ اس لئے اس کے خلاف معتد بہ تعداد پانچ افراد، یعنی چار مضبوط قبائل سے تعلق رکھنے والے اہم لوگ (۱۔ ہشام بن عمرو بنو عامر سے، ۲۔ زہیر بن ابی امیہ بنو مخزوم سے، ۳۔ مطعم بن عدی بنو نوفل سے، ۴۔ ابوالبختری بنو اسد سے، ۵۔ زمعہ بن الاسد بنو اسد سے) اکٹھا ہوئے تب جا کر اس کے خلاف آواز بلند کی جا سکی۔[۳] وہ بھی کمال حکمت سے باہم مشورہ سے انجام دیا گیا۔

اس خاموش اور خفیہ میٹنگ میں زہیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو کل صبح شروعات میں کروں گا۔ اگلے دن زہیر نے بہت خوبصورت لباس پہنا پھر اس نے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے **و غدا زهير بن اميه عليه حلة فطاف بالبيت سبعاً**[۴]

پھر زہیر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اس طرح خطاب کیا کہ اے اہل مکہ ہم تو کھانا کھاتے ہیں مشروبات پیتے ہیں اور بنو ہاشم ہلاک ہو رہے ہیں نہ تو وہ کوئی چیز بیچ پاتے ہیں نہ

---

۱ سیرت سیمینار ۲۰۱۴، انساب الاشراف میں شعب ابی طالب کی تفصیلات کا جائزہ، پیغمبر اسلام محمد غزالی، ص ۱۱۶

۲ عظمة الرسول محمد عطيه الابراشى ص ۱۵۱

۳ نقوش جلد ۹ ص ۲۶۷

۴ الجامع الصحیح للسیرۃ النبویہ ص ۱۳۷۰

خرید پاتے ہیں بخدا میں اس وقت تک سکون سے نہ بیٹھوں گا جب تک کہ اس قطع رحمی کرنے والے معاہدہ کو پھاڑ نہ ڈالوں۔ **یا اھل مکہ أ ناکل الطعام و نَلْبِسُ الثیاب و بنو ھاشم ھلکی لا یبتاعون و لا یبتاع منھم واللّٰہ لا اقعد حتی تشقق ھذہ الصحیفہ القاطعة الظالمة**[1]

یہ سن کر ابوجہل بپھر پڑا اور کہا **لن تُشَقّ ھذہ الصحیفة** یہ صحیفہ ہرگز ہرگز پھاڑا نہیں جائے گا۔[2]

زمعہ بن اسود نے ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا تو جھوٹا ہے **ما رضینا کتابتھا حیث کتبت** جس وقت یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا اس وقت بھی ہم اس معاہدہ سے راضی نہ تھے۔ اسی بات کی تائید ابوالبختر ی نے بھی کی۔ اس نے کہا **و لا نرضٰی ما کتب فیھا و لا نُقِر بہ**

ابوالبختر ی نے زمعہ بن اسود کی تائید کرتے ہوئے کہا اس دستاویز میں جو کچھ بھی لکھا ہوا ہے ہم اس پر راضی نہیں ہیں، نہ ہی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

مطعم بن عدی نے دونوں کی تائید کرتے ہوئے کہا یہ دونوں سچ کہتے ہیں۔ **اِنّنا لَنبَرأُ من ھذہ الصحیفة و مما کتب فیھا**[3] جو کچھ اس صحیفہ میں درج ہے ہم اس سے اعلان برأت کرتے ہیں اور ان تمام کی تائید ہشام بن عمرو نے کی ابوجہل نے مخالفت کرتے ہوئے کہا ”یہ تو ایسا منصوبہ ہے جو رات کو کسی جگہ بیٹھ کر تیار کیا گیا ہے۔“[4]

صحن کعبہ میں صحیفہ قاطعہ کو پھاڑ ڈالنے کے لئے گرما گرم بحث چل رہی تھی۔ یہ پانچ شجعان الاحرار اس کو پھاڑ دینے کے درپہ تھے ابوجہل بچانے اور دفاع کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ آہستہ آہستہ ایک بڑی بھیڑ وہاں اکٹھا ہوگئی۔ ادھر یہ ہو رہا تھا ادھر گھاٹی میں اللہ کی مشیت اپنا کام کر رہی تھی۔

---

1. فقہ السیرہ۔ محمد الغزالی ص ۱۲۷ اعظمۃ الرسول محمد عطیہ الابراشی ۱۵۱
2. ایضاً
3. عظمۃ الرسول محمد عطیہ الابراشی ۱۵۱
4. نقوش ج ۱۱ ص ۱۷۵

صحیفۂ قاطعہ

عبارت دیمک چاٹ گئی

جب اہل ایمان پر آزمائش آتی ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو اللہ غیب سے راستہ کھولتا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو بے سہارا نہیں چھوڑتا اللہ نے ان لوگوں کو بے سہارا نہیں چھوڑا جنھوں نے اللہ کے نبی کا ساتھ دیا۔ معاہدہ قاطعہ کی مدت لامحدود تھی؛ تمام کے تمام محصورین اللہ کے سہارے تھے؛ مشیت ایزدی اپنا کام کر رہی تھی۔ اللہ نے اپنے رسول کو باخبر کیا کہ اس معاہدہ قاطعہ کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ اب وہ ایک بے حیثیت معاہدہ ہو کر رہ گیا ہے۔ رسول ﷺ نے اپنے چچا محترم کو بتایا یا عمّ ان اللّٰہ سلط سلت الارضَة علی صحیفة قریشٍ فلم تدع فیھا اِسماً ھُوَ للّٰہ اِلّا اثبته فیھا و نفت منھا الظُّلمَ و القطیعةَ و البُھتان[۱]

اے چچا اللہ نے دیمک کو نوشتۂ قریش پر غالب کر دیا۔ اس نے جتنے اللہ کے نام تھے وہ تو چھوڑ دیا اور جتنی ظلم و زیادتی اور رشتہ توڑنے اور بہتان کی باتیں تھیں اس میں سے نکال ڈالیں۔

"بأسمک اللّٰھمَّ فاغفِر" کے علاوہ سب کچھ دیمک نے چاٹ کر ختم کر دیا تھا۔

چچا نے حیرت و استعجاب کے عالم میں پوچھا فقال ابو طالب و اللّٰہ ما یدخل علینا احدٌ فمن اخبرک ھذا؟ قال ربی وَھُو الصادق یا عم . قال اُشھَدُ انَّک لَا تقول اِلَّا حقاً فخرج ابو طالب فی جماعة من رھطه[۳]

---

[۱] سیرت النبی کامل۔ ابن ہشام مترجم عبدالجلیل صدیقی ص ۳۷۹ [۲] البلاذری انساب الاشراف ج اول، ص ۲۳۴

[۳] البلاذری انساب الاشراف ج اول، ص ۲۳۷

چچا ابوطالب نے کہا بھتیجے ہم میں سے تو کسی نے جا کر دیکھا نہیں آخر تم کو کس نے باخبر کیا؟ آپؐ نے فرمایا مجھ کو میرے رب نے باخبر کیا چچا نے کہا میں گواہی دیتا ہوں تم نے حق کے سوا کبھی کچھ نہیں کہا اس کے بعد چچا ابوطالب ایک جماعت کے ساتھ گھاٹی سے نکلے۔ یہاں تک کہ کعبہ شریف آ گئے وہاں قریش کے لوگ ایک بڑی تعداد میں جمع تھے **فانطلق یمشی بعصابة من بنی عبد المطب حتی اتی المسجد و هو حافلٌ من قریش فلما رَأوْ هُمْ عامدین لجماعتهم انکروا ذلک و ظنُّوا انهم خرجوا من شِدّة البلاء فاتوا لیعطوهم رسول الله فتکلم ابو طالب**[1]

جب ان تمام نے ان لوگوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو دل ہی دل میں یہ گمان کیا کہ یہ تمام لوگ محصوری کی شدت سے تنگ آ کر بالآخر رسول اللہ کو ہمارے حوالے کرنے کے لئے آ گئے ہیں۔ ابوطالب اس مجمع سے روبرو ہوئے اور کہا کہ ذرا وہ صحیفہ لاؤ ہوسکتا ہے ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کی کوئی راہ پیدا ہو سکے۔ اکابرین قریش نے کہا ''تم اس بات کو مان لو کہ یہ سب کچھ اس لئے پیش آیا ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک ہی آدمی ہے جس کی وجہ سے پورے خاندان اور قبیلہ کی جان آفت میں آ گئی ہے اور آپ تمام ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہو۔''

ابوطالب نے کہا میں اس لئے آیا ہوں کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور بلا شبہ وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اس نے بتایا ہے کہ اس صحیفہ میں جو اس وقت تمہارے پاس ہے اس میں جہاں جہاں اللہ کا نام ہے وہ مٹ چکا ہے۔ اسے دیمک نے کھالیا ہے اور اس میں صرف قطع رحمی اور ظلم کی دفعات باقی ہیں۔

سیرت کے دوسرے حوالوں سے جو بات ملتی ہے وہ یہ ہے اس معاہدۂ قاطعہ میں اللہ کے نام کے علاوہ بقیہ جو ظلم پر مبنی عبارت تھی ان تمام کو دیمک نے چاٹ کر ختم کر دیا ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی رکھ چھوڑا ہے۔

---

[1] المغازی للامام موسی ابن عقبه ص ۱۰۷

طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام البلاذری، تاریخ الیعقوبی میں مذکور ہے کہ معاہدہ مقاطعہ سے دیمک نے اللہ کے نام کے علاوہ سب کچھ کھا لیا ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی رکھا ہے۔ سیرت المغازی اور سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ دیمک نے صرف اللہ کا نام کھالیا اور بقیہ ظلم پرمبنی عبارت کو باقی رکھا لیکن بیشتر سیرت نگاروں نے اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ صحیفہ میں سوائے اللہ کے نام کے بقیہ ساری عبارت کو دیمک نے ختم کر دیا ابن سعد کے الفاظ ہیں اِن اللّٰہ قد سلط علیٰ صحیفتکم الارضة فلحست کل ما کان فیها من جور او ظلم او قطعیة رحم و بقی فیها کل ما ذکر به اللّٰہ[1]

و عن موسیٰ بن عقبه عن ابن شهاب اَنَّ النبی صلعم قال لِعمَّه " اَنَّ الارُضَةَ لم تترکِ اسماً لِلّٰه الا لَحَسَتُهُ و بَقِیَ فیها ما کان من جورٍ او ظُلُمٍ او قطیعةِ رحم[2]

اگر میرے بھتیجے کی بات صحیح ہے اور اس کے بعد بھی تم لوگ اسی ظالمانہ روش پر قائم رہے تو سن لو کہ ہم مرتے مر جائیں گے لیکن اس کو کبھی تمہارے حوالہ نہیں کریں گے لیکن اگر میرے بھتیجے کی بات صحیح نہیں ہوئی تو ہم اس کو تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ خواہ تم اس کو قتل کر و یا اسے زندہ رکھو ہم درمیان سے ہٹ جائیں گے۔

و ان کان الذی یقول باطلًا دفعنا الیکم صاحبنا قتلتم او استحییتم . فقالوا قدر ضینا بالذی تقول[3]

و ان کان الذی یقول باطلا دفعنا الیکم صاحبنا ففعلتم به ما تشاؤون[4]

ان تمام نے بیک زبان ہو کر کہا قَدَ انُصَفُتَ و أجمَلُتَ تم نے انصاف کی بات کہی اور بہت خوب کہا۔[5]

صحیفۂ قاطعہ کی عبارت کو دیمک نے کھا لیا۔ متعدد کتب سیرت میں یہ تفصیلات مذکور

---

[1] طبقات ابن سعد۔ مترجم علامہ عبداللہ العمادی ج اول۔ ص ۲۲۰۔ [2] المغازی موسی ابن عقبه ص ۱۰۷

[3] عیون الاثر فی فنون المغازی و الشمائل و السیر جلد اول ۱۵۹ ،دلائل النبوة ۔ ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی ۳۱۳ [4] سلسله تهیئة الأحواء ۔ ۱۷۸۔ [5] تاریخ الیعقوبی جلد دوم ص ۳۲

ہیں۔ان میں سے چند کتابوں کے نام بطورحوالہ درج کرر ہا ہوں۔

☆ محمد رسول اللہ ﷺ۔ تالیف محمد رضا دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان

☆المغازی الامام موسی ابن عقبہ تالیف محمد الحسین باقشیش

☆ عیون الاثر ۔ فی فنون المغازی والشمائل و السیر الجزء الااول

☆ تاریخ الیعقوبی المعروف بالیعقوبی المجلد الثانی

☆ دلائل النبوہ و معرفہ احوال صاحب الشریعہ ۔ البیھقی

☆ تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الاعلام ۔ الذھبی المجلد الاول

☆ الطبقات الکبری تالیف محمد بن سعد بن منیع الزھری

☆ سلسلة تهيئة الاحواء مهارات انسانیہ فی رحاب السيرة النبوية

☆هذا الحبیب محمد رسول اللہ ﷺ یا محب تالیف ابو بکر جابر الجزائری

☆الطبقات الکبری الجزء الاول۔ ابن سعد

☆ البلاذریِ انساب الشراف الجزء الاول

☆ البدایہ و النھایہ الجزء الثالث للامام ابو الفداء الحافظ ابن کثیر الدمشق

وہاں موجود تمام حاضرین، وہ بھی جو اس صحیفۂ قاطعہ کو پھاڑ دینے کے لئے پرعزم تھے اور وہ لوگ بھی جو اس حق میں نہیں تھے، ان تمام نے بیک زبان ہوکر کہا ہاں یہ انصاف کی بات ہے۔ وہ تمام اس بات پر خوش تھے کہ یہ ان کے فائدہ کی بات ہے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ وہ نوشتہ بالکل محفوظ طریقہ سے رکھا ہوا ہے۔ اسے بھلا دیمک کہاں سے پا جائے گی وہ تو جوں کا توں ہوگا اور ایسی صورت میں ابو طالب کی بات ہی غلط ہوگی اور یوں وہ محمد ﷺ کو قتل کے لئے ہمارے حوالے کردیں گے۔ وہ تمام دوڑے دوڑے گئے اور بالکل حفاظت سے رکھے گئے ملفوف صحیفہ کو اٹھالائے۔ **فَخَرِجُوا سراعاً لیأتُوا بھا و ھمُ یظنون ان ذلک لأمرٍ یوافقھم فوجدوھا کما قال رسول اللہ ﷺ فقویت نفس ابی طالب و اشَتدّ صوتہ**

وقال المشركون: اِنّما تأتونا بالسحر والبُهْتان و يقال انّهم نكسوا رؤسهم فقال ابو طالب قد تبين لكم أنكم أولى بالظلم و القطيعة و الاسائَة [1]

اسے سب لوگوں کے سامنے کھولا گیا...تو سب نے دیکھا وہ سچ مچ ویسا ہی تھا۔جیسا کہ صادق المصدوقؐ نے خبر دی تھی۔دیکھنے کے بعد کئی طرح کے ردعمل سامنے آئے۔وہ جو کسی بھی حالت میں معاہدہ ختم کرنے کے حق میں نہیں تھے،انہوں نے کہا یہ کھلا ہوا جادو ہے اور ماننے سے انکار کر دیا۔ابوطالب کی آواز میں شدت آ گئی۔انہوں نے کہا اب بالکل واضح ہو گیا ہے کہ تم لوگ ظلم،قطع رحمی،سنگ دلی میں حد سے بڑھے ہوئے ہو۔

وہ لوگ جو بالکل بیچ کی کیفیت میں تھے ان کی گردنیں جھک گئیں؛ وہ نادم و شرمندہ ہوئے؛انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے ظلم پر مبنی معاہدہ کا اب تک ساتھ دیا۔

و ندم منهم قوم فقالوا هٰذا بغیٌ مِنّا علیٰ اِخواننا و ظُلُمٌ لهم فكان اول من مشی فی نقض الصحيفة هشام ابن عمر [2]

ففتحوها فاذا هی كما قال رسولؐ الله فسقط فی ايديهم و نكسوا علی رؤوسهم [3]

وہ جن کے دل اسلام کے تئیں نرم تھے۔اس کھلے معجزہ کو دیکھ کر ایمان لائے۔

اس نوشتہ کی عبارت کو دیمک نے کھا لیا۔اور یہ کھلا معجزہ دیکھنے کے بعد بھی قوم اپنی روش پر باقی رہی تو ابوطالب نے اشعار کہے

وحرب ابينا من لؤی بن غالب   متی ما تزاحمها الصحيفة تخرب

ہم نے لوی بن غالب کے ساتھ جنگ آزمائی کو مکروہ جانا جب تک اس دستاویز نے اسے روکا جواب خراب ہو چکی ہے۔

---

[1] البلاذری انساب الاشراف الجزءالاول ۲۳۴۔ [2] الطبقات الكبریٰ الجزء الاول ص ۱٦٠

[3] محمد رسول الله ﷺ ۔ تاليف محمد رضا ص ۱۳۵

وقد کان فی امر الصحیفة عبرة　　متی یخبر غائب القوم یعجب

دستاویز کے معاملہ میں عبرت کا سامان تھا جب کسی قوم کا کوئی غالب شخص کوئی سچی خبر دے تو وہ خوش کن ہوتی ہے

محی الله منها کفرهم و عقوقهم　　وما نقموا من باطل الحق معرب

اس کے ذریعہ سے اللہ نے ان کے کفر اور قطع رحمی اور باطل کے ہاتھوں حق کی اعلانیہ ایذا رسانی کو محو کر دیا

فاصبح ما قالوا من الامر باطلا　　ومن یختلق ما لیس بالحق یکذب

انھوں نے جو کچھ کہا وہ باطل قرار پایا اور جو شخص ناحق دروغ بافی کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔

ستمنعه منا ید هاشمیة　　مرکبها فی الناس خیر مرکب

ہم ہاشمیوں کے ہاتھ اس کی حفاظت وحمایت کریں گے ہم نسبی شرافت کے لحاظ سے لوگوں میں بہترین نسب کے حامل ہیں۔[1]

اور وہ تمام شجعان الاحرار جنھوں نے اس کو پھاڑ دینے کی تحریک چلائی تھی۔ان کے حوصلے اور بڑھ گئے اور کہا کہ ہم تو اس کے خلاف تھے ہی اور اب اس کو باقی رہنے کا کوئی حق نہیں۔ہم اس سے بری ہیں۔برأت کا اعلان کیا۔

ابوالبختری، مطعم بن عدی، زہیر بن امیہ بن مغیرہ، زمعۃ الاسود، ہشام بن عمرو، یہ تمام جو اس معاہدہ ظالمہ کے خلاف تھے ان تمام نے کہا کہ نحن براءٌ مما فی هذه الصحیفة[2] ہم اس سے بری ہیں جو کچھ کہ اس صحیفہ کے اندر ہے۔

اعلان برأت کے ساتھ ہی شجعان الاحرار میں سے ایک مطعم بن عدی نے اس صحیفہ کو جو سامنے کھلا پڑا تھا اور جسے دیمک نے کھا لیا تھا ہاتھ بڑھا کر اٹھایا تو اس نے دیکھا کہ اسے دیمک نے کھالیا ہے سوائے باسمك اللهم کچھ باقی نہیں ہے۔تو اس نے اس صحیفہ کو پھاڑ کر

---

[1] سیرت ابن اسحاق، صفحہ ۲۲۵

[2] المغازی للامام موسی ابن عقبه

پھینک دیا" فقام المطعم الی الصحیفة لیشقها فوجد الارضة قد أكلتها الٰی كلمة "باسمک اللھم"[۱]

اس صحیفہ قاطعہ کو پھاڑ ڈالنے کے بعد ان تمام نے اسلحہ پہنا اور ان محصورین کو نکال لائے۔

ثم قام المطعم بن عدی الی الصحیفة فمزقها .ثم انطلق هؤلاء الخمسة و معهم جماعةٌ الی بنی هاشم و بنی المطلب و من معهم من المسلمین فامروهم بالخروج الی مساكنهم .[۲]

و لَبِسوا السِّلاح ثُمَّ خرجوا الٰی بنی هاشم و بنی المطلب فامروهم بالخروج الٰی مساكنهم . فَفعلُوا فلما رأت قريشٌ ذلک سُقط فی أيدهم و عرفوا أن لن يسلموا هم و كان خروجهم من الشعب فی السنة العاشرة .[۳]

ان پانچوں نے اسلحہ پہنا اور گھاٹی میں گئے۔ بنو ہاشم اور بنو عبد المطب کے تمام لوگوں کو ہتھیاروں کی چھاؤں میں نکال لائے۔ جب ان کی رہائی کا یہ منظر اہل قریش نے دیکھا تو ان کے سر جھک گئے اور انھوں نے جان لیا اب ان کو دبانا یا جھکانا ممکن نہیں۔ یہ واقعہ نبوت کے دسویں سال پیش آیا۔

ان جیالوں کا اسلحہ بند گھاٹی میں جانا، اور ہتھیاروں کی چھاؤں میں تمام کو نکال لانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ معاملہ واضح ہوجانے کے بعد بھی رہائی اس قدر آسان نہ تھی۔ ایسے تمام عناصر کو ایک واضح پیغام دینے کے لئے وہ ہتھیار بند گھاٹی سے نکال کر لائے۔ یہ خود اپنے آپ میں مسکت اور واضح پیغام تھا۔ یوں یہ معاہدہ ظالمہ عقلائے قریش کی کوششوں سے ختم ہوا۔ ثم انتهت المقاطعة بمسعی عقلاء قريش[۴]

یعنی جن پانچ لوگوں نے معاہدہ کے خلاف تحریک چلائی اور کامیاب ہوئے وہ تمام

---

۱ فقہ السیرہ۔ محمد الغزالی ص ۱۲۸۔ ۲ فقه السيره ۔الدكتور محمد سعيد رمضان البوطی ص ۱۱۹ مهارات انسنية فی رحاب السيرة النبرية۔۱۷۸ و سلسلة تهيئة الاحواء ۱۷۸ ۳ الطبقات الكبری تاليف محمد بن سعد بن منيع الزهری ۔ ص ۱۰۱ محمد رسول الله ، تاليف محمد رضا ص ۱۳۵ ۴ السیرۃ النبویہ دروس وعبر الدکتور مصطفیٰ السباعی، ص ۴۷

عقلائے قریش تھے۔اور یہ تمام انتہائی رحم دل تھے۔ یہ تمام ذوی الرحمۃ من قریش تھے۔[1]

نوشتہ پھاڑ دیے جانے کے بعد

جب یہ معاہدہ ظالمہ پھاڑ ڈالا گیا تو چچا ابوطالب نے اشعار کہے

قال ابن اسحاق فلما مُزِّقَتْ أی الصحیفة و بطل ما فیها قال ابو طالب فیما کان من أمر اولئک القوم الذین قاموا فی نقض صحیفتهم یمدحهم .[2]

ألا هل أتی الاعداء کافة ربنا　　علیٰ نایهم و الله بالناس ارود

خبردار کیا سب دشمنوں کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ ہمارا پروردگار ان سے دور ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مہربان ہے۔

فَیُخبِرَ هُم أنَّ الصَّحیفَةَ مُزِّقَتْ　　وَ أن کلَّ مالم یَرْضَهِ اللّٰه مُفسد

(کوئی ہے جو) ان کو خبر دے کہ دستاویز چاک کر دی گئی ہے اور جس چیز میں اللہ تعالیٰ کہ خوشنودی نہیں وہ برباد ہونے والی ہے۔

تَراوَحَها اِفْکٌ و سِحْر مُجمَّعٌ　　و لَمْ یُلْفَ سِحْرٌ آخِرَ الدَّهر یصعَدُ

اس دستاویز کو بہتان طرازی اور مجموعی فریب کاری نے تقویت پہنچائی اور کوئی فریب کاری بھی زیادہ عرصہ تک ترقی کرتی ہوئی نہیں پائی گئی۔

تَدَاعیٰ لها مَنْ لیس فیها بِقَرْقَرٍ　　فطائرها فی وسطها یتردَّدُ

اس دستاویز کے معاملہ میں وہ لوگ بھی اکٹھے ہو گئے جن کا اس سے کوئی قریبی تعلق نہیں تھا اور اس دستاویز کی نحوست اس کے بین السطور میں پھڑ پھڑا رہی تھی۔

جب معاہدہ چاک ہوا تو چچا نے معاہدہ چاک کرنے والوں کی تعریف میں اشعار کہے

جَزَی اللّٰه رَهْطاً بِالحُجونِ تتابَعُوا　　عَلَی مَلَأٍ یَهْدِی لحزم و یُرْشِدُ

اس جماعت کو اللہ جزائے خیر دے جس کے افراد مقام حجون سے ایک کے بعد ایک برسر مجلس پہنچے جو عقل کی بات کی جانب رہنمائی کرتے اور سیدھی راہ بتا رہے تھے

قُعُوداً لدی حطم الحُجونِ کأنَّهم　　مقاولةٌ بل هُم أعزّوا مُجدُ

[1] فقہ السیرہ۔محمد الغزالی ص۱۲۴

[2] الجامع الصحیح للسیرة النبویه ص ۱۳۷۲

وہ (مقام) خطم الحجون کے پاس ایسے بیٹھے ہوئے تھے گویا وہ روساء ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ رئیسوں سے بھی زیادہ عزت وشان والے ہیں۔

أعـان عـليهـا كـلُّ صـقـر كـأنَّـه　　　اذا ما مَشَى فى رَفُرف الدَّرع أحوذُ

اس معاملہ میں جنھوں نے مدد دی ان کا ہر فرد گویا ایک شہباز تھا۔ جب وہ اپنی لمبی لمبی زرہوں میں چلتا تو بہت آہستہ چلتا

أَلَـظَّ بهـذا الـصُّـلْـح كُـلُّ مُبـرَّاٍ　　　عـظيـم الَّـلواءِ أمْـره ثَـمَّ يُـحْـمـد

اس صلح کا معاملہ اپنے ہاتھ لینے والوں کا ہر فرد بے عیب اور بڑے جھنڈے والا تھا۔ جس کے کام کی وہاں تعریف ہوتی تھی۔

قضوا ما قضوا فى ليلهم ثم أصبحوا　　　علـى مهـل و سـائِـرُ الناس وقَّد

انہوں نے جو مناسب سمجھا راتوں رات فیصلہ کر ڈالا اور باطمینان صبح سویرے مقام مطلوب پر پہنچ گئے اور اس حال میں کہ تمام لوگ سو ہی رہے تھے

هُـم رجـعـوا سهل بنْ بيضاءِ راضياً　　　وَ سُـرَّ اَبُـو بَـكْـرٍ بهـا و مُـحَـمَّـدُ

انہیں لوگوں نے سھل ابن بیضاء کو راضی کر کے واپس کر دیا۔ ابو بکر بھی اس سے خوش ہو گئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔[۱]

یہاں صحیفہ ظالمہ کے چاک کئے جانے پر خوش ہونے والوں میں محمدؐ کے ساتھ ابو بکرؓ کے نام کا تذکرہ بہت کچھ کہتا ہے کہ اس پورے معاملہ میں حضرت ابو بکرؓ ہرگز الگ نہیں تھے۔ گو کہ تفصیلات نہیں ملتی لیکن اس اشارہ میں بھی بہت کچھ ہے۔

آپؐ، آل بنو ہاشم، بنو مطلب، گھاٹی سے نکل آئے اور عام طرز معاشرت اختیار کر لی۔

خرج النبى صلى الله عليه وسلم و رهطه فعاشوا و خالطوا الناس[۲]

---

۱ سیرت النبی کامل۔ ابن ہشام حصہ اول ترجمہ اردو، عبد الجلیل صدیقی، ص ۳۸۲

۲ رواہ البیھقی فی الدلائل، المغازی عن موسی بن عقبہ

محصوری شعب نے

صحت برباد کردی

محصورین شعب تین سال بعد شعب سے نکلے و خرج الرسول ﷺ ومن معه من الشعب فی العام العاشر من البعث بعد أن مکثوا فی الشعب ثلاث سنواتٍ[1]
رسول ﷺ اور ان کے ساتھ دیگر تمام محصورین پورے تین سال گذارنے کے بعد نبوت کے دسویں سال گھاٹی سے باہر نکلے۔

مکث بنو هاشم و بنو المطلب فی شعب ابی طالب مدة ثلاث سنوات[2] یہ تمام تین سال تک محصور رہے فَلَبِثَ بنو هاشم فی شِعْبِهِمْ ثلاث سِنِین[3]

بنو ہاشم اور بنو مطلب تین سال تک گھاٹی میں محصور رہے۔ یہ تمام فاقہ کش جب تین سالہ محصوری کی مدت گذار کر گھر لوٹے تو ان کا حال یہ ہو گیا تھا ''مسلسل فاقہ کشی بھوک اور پیاس کے باعث بے حد کمزور ہو چکے تھے۔ ان کے چہرے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکے تھے اور ان کے بدن کی کھال سورج کی تمازت سے بری طرح جھلس گئی تھی۔''[4]

یہ قید و بند کا زمانہ بڑی صعوبتوں کا تھا۔ درختوں کے پتے، چھال، خودرو گھاس کھا کر بھوک مٹائی جاتی تھی طلح اور کیکر کے پتوں کو ابال کر کھاتے جس سے ان کے جسم ہڈیوں کا پنجر بن گئے تھے۔[5]

تنگ دستی اور عسرت کی وجہ سے ان تین سالوں میں محصورین کی صحت تباہ ہو چکی تھی شعب سے نکلنے کے چند ماہ بعد سیدہ ام المومنین حضرت خدیجہ کا رمضان ۱۰ نبوی میں انتقال

۱۔ فقہ السیرہ۔ زید بن عبدالکریم الزید ص ۲۱۶۔
۲۔ التاریخ الاسلامی محمد شاکر ۱۰۳
۳۔ البدایہ و النهایة۔ الجزء الثالث ص ۷۰
۴۔ محمد الرسول اللہ ﷺ جلد اول شمس الدین عظیمی انٹرنٹ سے
۵۔ سیرت احمد مجتبیٰ ظہور قدسی سے مسجد قبا تک ص ۳۳۲

ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ انتقال کے وقت ان کی عمر پینسٹھ سال تھی ۔ وہ پچیس برس تک آپ ﷺ کی رفاقت میں رہیں ۔ مقام حجون میں دفن ہوئیں ۔ آنحضرت ﷺ خود ان کی قبر میں اترے اس وقت تک نماز جنازہ مشروع نہیں ہوئی تھی ۔

شعب کی محصوری نے چچا ابو طالب کی صحت کو برباد کر کے رکھ دیا تھا ان کی عمر پچاسی سال تھی صحت خراب تھی بیمار تھے ۔ یہ ان کا مرض الموت تھا کفاران مکہ کو فکر لاحق تھی کہ کچھ ان کی حیات میں طے ہو جائے چنانچہ وہ تمام اسی مرض کی حالت میں ان کے پاس آئے اور کہا: اے ابو طالب ہمارے درمیان آپ کا جو مرتبہ ہے جو مقام ہے اسے آپ بخوبی جانتے ہیں ۔ اور آپ جس حالت سے گذر رہے ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہے ۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ یہ آپ کے آخری ایام ہیں ۔ ادھر ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو معاملہ چل رہا ہے اس سے بھی آپ واقف ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ انہیں بلائیں اور ان کے بارے میں ہم سے کچھ عہد و پیان لیں اور ہمارے بارے میں ان سے عہد و پیان لیں ۔ اس پر ابو طالب نے آپ ﷺ کو بلوایا اور آپ ﷺ تشریف لائے تو کہا بھتیجے یہ تمہاری قوم کے معزز لوگ ہیں ۔ تمہارے لئے ہی جمع ہوئے ہیں ۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں کچھ عہد و پیان دے دیں اور تم بھی انہیں کچھ عہد و پیان دے دو ۔ اس کے بعد ابو طالب نے ان کی یہ پیش کش ذکر کی کہ کوئی بھی فریق دوسرے سے تعارض نہ کرے ۔ جواب میں رسول نے وفد کو مخاطب کر کے فرمایا'' آپ لوگ یہ بتائیں اگر میں ایک ایسی بات بتاؤں جس کے اگر آپ قائل ہو جائیں تو عرب کے بادشاہ بن جائیں اور عجم آپ کے زیر نگیں آجائے تو آپ کی کیا رائے ہوگی؟ چچا نے کہا تم انہیں کس بات کی طرف بلانا چاہتے ہو؟ آخر کار ابو جہل نے کہا اچھا بتاؤ تو وہ بات کیا ہے؟ تمہارے باپ کی قسم ایسی ایک بات کیا دس باتیں بھی پیش کرو تو ہم ماننے کو تیار ہیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپؐ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں اور اللہ کے سوا جو کچھ پوجتے ہیں اسے چھوڑ دیں ۔ اس پر انہوں نے ہاتھ پیٹ پیٹ کر اور تالیاں بجا بجا کر کہا محمد ﷺ تم یہ چاہتے ہو کہ سارے خداؤں کی جگہ بس ایک ہی خدا بنا

ڈالیں؟ واقعی تمہارا معاملہ بڑا عجیب ہے۔ پھر آپس میں ایک دوسرے سے بولے یہ شخص تمہاری کوئی بات ماننے کو تیار نہیں لہذا چلو اور آپنے آباء واجداد کے دین پر ڈٹ جاؤ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

کفار ایک اور وفد لے کر ان کے مرض الموت میں آئے اور کہا کہ ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کچھ طے کرلیں۔ ابوطالب نے آپ ﷺ کو بلایا اور پوچھا کہ قوم سے آپؐ کیا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا" **تقولون لااله الاالله و تخلعون ما تعبدون من دونه**" مگر قوم اس کو ماننے کو تیار نہ ہوئی۔" اس کے بعد ابن اسحاق کی روایت کے مطابق ابوطالب نے کہا: بھتیجے خدا کی قسم! میرا خیال ہے تم نے کسی مشکل چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ ابوطالب کی زبان سے یہ جملہ سن کر آپ ﷺ کی جو کیفیت ہوئی وہ یہ تھی " **قال فطمع رسول ﷺ فجعل یقول له ای عم افأنت فقلهااستحل لک بها الشفاعة یوم القیامة**"[۱]

راوی کہتے ہیں یہ سن کر نبی ﷺ کو چچا ابوطالب کے بارے میں امید پیدا ہوئی اور آپ ان سے کہنے لگے اے چچا پھر آپ ہی اس کلمہ کو کہہ دیجئے تا کہ روز قیامت آپ کی سفارش کرنا میرے لئے حلال ہوجائے"۔[۲]

آپ نے فرطِ محبت میں کہا یا عمُّ قُلْ لا اله الا اللّٰہ کلمةً اشهدُ لکَ بِها عندَ اللّٰہ[۳]

چچا ابوطالب وفات پا گئے ایک روایت کے مطابق نصف شوال کو چچا کی وفات ہوئی۔ ان سے پہلے حضرت خدیجہ وفات پاچکی تھیں و **کان موتها قبل موته**[۴]

انتقال کے وقت چچا کی عمر پچاسی سال تھی۔ وہ آپؐ سے پینتیس سال بڑے تھے۔ ان کا اصل نام عبدمناف تھا مگر کنیت نام پر غالب آگئی تھی۔ چچا نے پوری زندگی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہر موڑ اور ہر گام پر آپ کے لئے سینہ سپر رہے۔ چچا نے آخری وقت میں کلمہ پڑھ لیا تھا یا

۱؎ البدایه و النهایه۔ بحوالہ پیغمبر انقلاب ص ۱۱۸ ۲؎ ایضاً

۳؎ سیرت نبویؐ ج اول دکتور مہدی رزق اللہ ص ۳۵۶

۴؎ انساب الاشرف میں شعب ابی طالب کی تفصلات کا جائزہ۔ ص ۴۸۔ سیرت سیمنار ۲۰۱۴۔ دارالمصنفین۔ اعظم گڑھ

نہیں تاہم علامہ شبلی نعمانی کا یہ تبصرہ بڑا اہم ہے۔

"ابو طالب نے آنحضرت کے لئے جو جاں نثاریاں کیں ہیں اس سے کون انکار کرسکتا ہے۔ وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے۔ آپؐ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنالیا۔ آپؐ کی خاطر محصور ہوئے؛ فاقے اٹھائے؛ شہر سے نکالے گئے؛ تین تین برس تک آب ودانہ بند رہا۔ کیا یہ محبت یہ جوش یہ جاں نثاریاں سب ضائع جائے گی"۔ [1]

وفات ابوطالب پر حضرت علیؓ نے پردرد مرثیہ کہا۔ چند اشعار درج کئے جارہے ہیں۔

ارقت لنوح اٰخر اللیل عردا　　ابا طالب ماوی الصعالیک ذا الندی

میں نے آخر شب کا انتخاب کیا تاکہ شدت سے نوحہ کرتے ہوئے جناب ابوطالب پر آنسو بہاؤں جو فقیروں اور محتاجوں کا ملجاو ماوی اور سخی تھے۔

و ذا الحلم لا جلفا و لم یک قعددا　　لشیخی ینعی و الرئیس المسودا

وہ حلیم الطبع تھے وہ اکھڑ مزاج نہ تھے اور میرے شیخ ورئیس جنہیں قوم نے سردار بنایا ہوا تھا۔ ان کی موت کی خبر دینے والا بھی کمینہ نہ تھا۔

اخا الھلک خلا ثلمة سیشد ھا　　بنو ھاشم او تستباح و تضھدا

وہ لقمہ اجل ہوگئے لیکن ان کی موت سے قبیلہ میں کوئی کمزوری واقع نہ ہوگی۔ بنی ہاشم اس خلا کو بھردیں گے۔ خواہ ان کے خلاف اقدام کیا جائے یا ان پر ظلم روا رکھا جائے

فامست قریش یفرحون لفقده　　و لست اری حیا لشئی مخلدا

قریش ان کے موت سے خوش وخرم ہیں حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس دنیا میں کسی جاندار کو ہمیشگی حاصل نہیں ہے۔ [2]

---

[1] سیرت النبی ﷺ جلد اول ص ۱۷۷۔

[2] سیرت ابن اسحاق ص ۳۳۷

شعب ابی طالب

وارد سوالات کا محاکمہ

قریش اور بنو کنانہ نے جب آل بنو ہاشم کے مقاطعہ کا فیصلہ کرلیا تو آپ ﷺ کی حفاظت کے پیش نظر چچا ابو طالب، آل بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ اس شدید مقاطعہ کی بنا پر ان محصورین کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ مقاطعہ صرف اس لیے تھا کہ یا تو یہ تمام کے تمام بھوکے مر جائیں یا شدت مقاطعہ سے گھبرا کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لیے حوالہ کر دیں۔

یہ مقاطعہ صحیح احادیث سے ثابت ہے؛ صحابہؓ کے آثار سے ثابت ہے؛ چچا ابو طالب کے اشعار...ان کے مشہور قصیدۂ لامیہ کے ایک ایک شعر سے ثابت ہے۔ بلکہ ان اشعار کے مطالعہ سے مقاطعہ کی شدت، مقاطعہ کے دوررس اثرات کی جزئیات تک کا علم ہوتا ہے۔ افسوس کہ اس قدر واضح، ثابت شدہ حقائق کے باوجود کچھ لوگ جانے کن مقاصد کے تحت اس پورے واقعہ پر الگ الگ انداز سے معترض ہیں۔ بعض نے تو اس واقعہ کے ہونے پر ہی سوال کھڑا کر دیا ہے۔ اور اس سلسلہ کی روایات پر ''اس طرح کی مضطرب روایات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا''، اس طرح تبصرہ کر دیا ہے۔ ذیل میں ہم نے ایسی تمام آراء کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

جناب خالد مسعود صاحب نے اپنی کتاب حیات رسول امی ﷺ میں شعب ابی طالب پہ حسب ذیل سوالات وارد کئے ہیں۔

اشکال: معاہدے کی شقوں میں بنو ہاشم کے ساتھ شادی بیاہ اور تجارتی لین دین کی ممانعت تو ہے لیکن ان کا محاصرہ کرنے کی کوئی شق کسی روایت میں موجود نہیں لہٰذا اس معاہدہ کے تحت ان کا

محاصرہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا اور کوئی قریشی خانوادہ ایسا کرنے کا پابند نہیں تھا۔ جو چیز معاہدے میں تھی ہی نہیں تو اس پر قریش نے بالاتفاق عمل کیسے کرلیا؟[۱]

جواب : معاہدہ مقاطعہ کی تفصیلات گذشتہ صفحات میں گذر چکی ہیں یہ مقاطعہ قریش اور بنو کنانہ کی طرف سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے خلاف تھا کہ یہ تمام نہ ان سے شادی و بیاہ کریں گے نہ خرید وفروخت کریں گے نہ ان سے کسی قسم کا میل جول رکھیں گے نہ ان سے کلام کریں گے نہ ان کے ساتھ بیٹھیں گے نہ ان کے گھروں میں جائیں گے نہ ان سے صلح کریں گے نہ ان پر ترس کھائیں گے اور نہ ہی ان کے ساتھ کسی طرح کی نرمی کریں گے یہاں تک کہ وہ قتل کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ نہ کردیں۔

گھاٹی کے محصورین اپنی مرضی سے باہر نکل سکتے تھے ان میں سے کچھ لوگ نکلتے بھی تھے لیکن انہیں کچھ بھی خریدنے نہ دیا جاتا تھا کبھی دکاندار ہی دباؤ کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ اشیائے ضروریہ فروخت کرنے سے انکار کردیتا تھا کبھی ان کے لئے اشیاء کی قیمتیں اس قدر بڑھا دی جاتی تھیں کہ خریدنا ان کے بس سے باہر ہوتا تھا۔ کبھی اعلانیہ دکانداروں کو منع کردیا جاتا تھا کہ ان کے ہاتھ کچھ بھی فروخت نہ کرنا کیونکہ یہ مقاطعہ بے رحمی کی ایک بدترین شکل تھی۔ یہ سچ ہے کہ انھیں محصور نہیں کیا گیا تھا وہ خود سے محصور ہوئے تھے۔ لیکن خود سے محصور کیوں ہوئے تھے اسے سمجھنے کے لیے موٹی سی عقل بھی کافی ہے۔

اشکال: یہ معاہدہ بنو ہاشم اور ان کے حمایتی بنو مطلب کے خلاف تھا دوسرے خانوادے اس سے متأثر نہیں ہوتے تھے لیکن روایت کی رو سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو چمڑے کا ٹکڑا کھاتے ہوئے بتایا گیا ہے جب کہ وہ بنو زہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ وہ محصورین میں کیسے شامل ہوگئے؟ اگر ان کو زبردستی وہاں گھسیٹ لیا گیا تھا تو بنو زہرہ ان کی مدد کو کیوں نہ آئے؟[۲]

---

[۱] حیات رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۹۶۔

[۲] ایضاً

جواب : حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جن کا تعلق بنوزہرہ سے تھا وہ خود سے رسول اکرمﷺ کی حفاظت کے پیش نظر گھاٹی میں محصور ہوئے تھے۔ یہ بات وضاحت سے اسی کتاب میں گزر چکی ہے۔انہیں گھسیٹا نہیں گیا تھا کہ بنوزہرہ ان کی مدد کو دوڑ پڑتے۔لیکن ''روایت کی رو سے حضرت سعد بن ابی وقاص کو چمڑے کا ٹکڑا کھاتے ہوئے بتایا گیا ہے''۔محترم کا جملہ خود محل نظر ہے۔وہ واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا ہے جسے انہوں نے خود بیان کیا ہے اس پر کسی طرح کا شک نہیں کرنا چاہئے۔اس واقعہ کو پڑھ کر محصورین شعب کا اندازہ ہوتا ہے کہ کتنی پریشانیاں محصورین شعب کے حصہ میں آئیں۔حضرت سعد نے چمڑے کا ٹکڑا نہیں کھایا بلکہ اس کی راکھ پھانک کر تین دن گذارہ کیا۔آپ اتنی اہم بات کو ہلکے انداز میں پیش فرمارہے ہیں۔افسوس!

اشکال: معاہدے کی رو سے صرف قریش پر بنوہاشم سے تجارت پر پابندی عائد کی گئی۔غیر قریشیوں یا بیرونی تاجروں پر یہ معاہدہ لاگو نہیں ہوتا تھا۔اس صورت میں بنوہاشم کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی کہ وہ ضرورت کی اشیاء دوسرے تاجروں سے حاصل کریں اور اپنے بچوں کو بھوک سے ہلکان نہ کریں۔لیکن روایت کے مطابق تین سال تک بنوہاشم بھوکے محصور رہے؟[1]

جواب : یہ سمجھنا کہ معاہدہ مقاطعہ صرف قریش کی طرف سے تھا، یہ غلط ہے، بلکہ اس معاہدہ میں قریش اور بنوکنانہ شامل تھے۔یہ سچ ہے کہ بیرونی تاجروں پر یہ معاہدہ لاگو نہیں ہوتا تھا لیکن حالات کا دباؤ ایسا تھا کہ بیرونی تاجر انہیں اشیاء فروخت کرنے سے یا تو انکار کردیا کرتے تھے یا تو قیمتیں اتنی بڑھا دیتے کہ خرید پانا ان کے لئے ناممکن ہو جاتا اور وہ خالی ہاتھ لوٹ آتے۔

محترم خالد صاحب اتنی سمجھ تو محصورین شعب کو تھی کہ وہ دوسرے تاجروں سے ضرورت کی اشیاء خرید لیں۔کیا وہ اس کی کوشش نہیں کرتے تھے؟ کیا انہیں اپنے بچوں کو بھوک سے ہلکان کرنے کا شوق تھا؟ بھوک سے کئی بچے فوت بھی ہو گئے۔اگر اسی قدر دوسرے تاجروں سے غلہ خریدنا آسان تھا جیسا کہ آپ بتا رہے ہیں تو انہوں نے بچوں کو بھوکا کیوں مارا۔کیا کوئی

---

[1] حیات رسول امیﷺ؛ص ۱۹۷

باپ ایسا کر سکتا ہے۔ یہ سب تو اسی مقاطعہ کی شدت کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ معاہدہ مقاطعہ کرنے والوں کی منشا بھی یہی تھی کہ یہ تمام بھوکے مر جائیں لیکن کچھ رحم دل انسانوں کے تعاون سے شعب کے ایام مشکل سے ہی سہی گذر رہے تھے۔ یہ تمام تین سال تک بھوکے نہیں رہے جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ طلح کے پتے کھائے ...چمڑے کی راکھ پھانکی ...اور کچھ ریلیف جو چوری چھپے مل جاتی تھی اس پر گذر بسر کیا۔

اشکال: ''عرب معاشرے میں کسی بھی شخص کو قتل کرنا آسان کام نہ تھا۔ قریش کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل مطلوب تھا تو اس کے لئے فیصلہ کرنے کی بہترین جگہ دارالندوہ تھی جہاں قریش اہم فیصلے پورے سوچ بچار کے بعد اجتماعی طور پر کیا کرتے تھے، لیکن اس موقع پر دارالندوہ میں کوئی مجلس منعقد نہیں ہوئی۔ اس سے باہر کیا گیا کوئی بھی اہم فیصلہ قریش کا اجتماعی فیصلہ نہیں کہلاتا تھا۔ لہٰذا وہ قابل عمل نہیں ہوتا تھا۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد وہ وقت آیا جب قریش کے تمام خانوادوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر بڑی بحث و تمحیص کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدابیر پر اتفاق کیا چونکہ بعد کا یہ فیصلہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ کیا گیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کو ان کے دشمنوں سے نجات دی اور آپ کو ہجرت کر جانے کا حکم ہوا۔[1]

جواب: قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے در پے ہو گئے تھے اور وہ چچا ابو طالب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے مانگ رہے تھے اور یہ معاہدہ مقاطعہ ہوا ہی اس لئے تھا کہ چچا ابو طالب اور آلِ بنو ہاشم نے صاف انکار کر دیا تھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز ہرگز حوالے نہ کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں یہ تمام ڈٹ گئے۔ اس لئے اس پر شک ظاہر کرنا ''قریش کو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل مطلوب تھا'' اگر کی گنجائش نہیں ہے۔ جب کفار قریش نے یہ دیکھا کہ ابو طالب بھتیجے کا ساتھ نہیں چھوڑ رہے ہیں بلکہ اور مضبوطی سے ڈٹ گئے ہیں اور آل بنو ہاشم و بنو مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہیں تو انہوں نے باقاعدہ میٹنگ طلب کی جس میں تمام سرداران قریش

---

[1] حیات رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم؛ ص ۱۹۷

شامل تھے اس مسئلہ پر غور وخوض ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ مشورے اور تجاویز زیر غور آئیں ''تجویز مقاطعہ'' کو سب نے پسند کیا۔ یہ میٹنگ وادیٔ محصب، خیف بنی کنانہ میں ہوئی اور غور و خوض کے بعد فیصلہ ہوا۔ بلاشبہ یہ میٹنگ دارالندوہ میں نہیں ہوئی لیکن میٹنگ ہوئی بحث و تمحیص کے بعد مقاطعہ کا فیصلہ ہوا۔ اس فیصلہ کو تحریر کیا گیا اس پر دستخط ہوئے اور اس کو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ اس میٹنگ میں موجود کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ صرف دارالندوہ میں میٹنگ و فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ قریش کا اجتماعی فیصلہ نہیں کہلائے گا اور وہ قابل عمل بھی نہیں ہوگا یہ ایک بیجا بات ہے۔ یہ فیصلہ ہوا نافذ ہوا تین سال تک محصور رہے۔ یہ قریش کا اجتماعی فیصلہ تھا۔ کچھ لوگوں کے دلوں میں اس فیصلہ سے نفرت تھی جس کا بعد میں اظہار ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے بھی کھل کر مخالفت نہیں کی۔

محترم خالد صاحب دارالندوہ کی میٹنگ و فیصلہ کے کچھ زیادہ ہی مداح نظر آتے ہیں۔ گویا سوچ بچار کے بعد فیصلہ کرنے کی جگہ دارالندوہ ہی ہے، یہاں کے علاوہ کہیں اور فیصلہ ہوگا تو وہ نہ تو اجتماعی فیصلہ کہلائے گا اور نہ ہی قابل عمل ہوگا۔ حالانکہ مختلف مواقع پر مختلف مقامات پر لوگوں کے مجتمع ہونے اور فیصلہ کرنے کے شواہد ہیں۔ خود صحیح حدیث میں وادی محصب کا ذکر ہے۔ کئی فیصلے سرداران کے گھروں پر بھی ہوئے ہیں۔ کچھ فیصلے خانۂ کعبہ میں کیے گئے ہیں۔

مقاطعہ کا فیصلہ ہوا، نافذ بھی ہوا اور اللہ کی مدد بھی آئی۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ تمام کو اللہ نے نجات دی۔ نوشتہ مقاطعہ کو دیمک نے چاٹ کر صاف کر دیا یہ ایک بڑا معجزہ اور اللہ کی جانب سے کھلی ہوئی مدد تھی اور اللہ نے انہیں کافروں کے بیچ سے ایسے جیالے فرما دئے جنہوں نے اس معاہدۂ مقاطعہ کے خلاف تحریک چلائی؛ اس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور تلواروں کی چھاؤں میں محصورین کو نکال لائے۔ افسوس کہ آپ نے موضوع پر سنجیدگی سے پڑھنا ہی نہیں چاہا۔ صرف ایک ہی لکیر پیٹ رہے ہیں کہ یہ میٹنگ دارالندوہ میں نہیں ہوئی۔

اشکال: بنو ہاشم کے محاصرہ کا واقعہ وہ بھی تین سال کے لئے اگر پیش آیا ہوتا تو یہ اتنا غیر معمولی تھا

کہ اس کی صدائے بازگشت پورے عرب میں سنائی دیتی کیونکہ بنو ہاشم حاجیوں کی مہمان داری، ان کو پانی پلانے، بیت اللہ کی دیکھ بھال اور مسافروں کی خدمت پر مامور تھے، ان کا اپنی ذمہ داریوں سے غائب ہونا پورے ملک میں ہلچل پیدا کرتا۔ تاریخ میں اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ بنو ہاشم کو منظر سے ہٹا کر ان کے حج وعمرہ کی منصبی خدمات کے لئے کون سا متبادل نظام وضع کیا گیا تھا، ان حقائق کی روشنی میں اس طرح کی مضطرب روایت پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ معاملہ کی شکل وہ نہیں رہی جو ان روایات کی روشنی میں دکھائی دیتی ہے۔[1]

جواب : کسی واقعہ کو رد یا قبول کرنے کا یہ معیار کیسا ہے؟ آخر یہ اس کی صدائے بازگشت کس کان سے سننا چاہتے ہیں؟ اگر تاریخ کے کانوں سے سننا چاہتے ہیں تو وہاں یہ تفصیلات موجود ہیں۔ تین سال تک یہ لوگ محصور رہے اس کے ناقابل تردید ثبوت وشواہد اسی کتاب میں پیش کئے جاچکے ہیں۔ چونکہ عرب محترم مہینوں میں جنگ وقتال کو حرام سمجھتے تھے، یہ محصورین انہیں مہینوں میں باہر نکلتے تھے اور اشیائے ضروریہ خریدتے تھے اور اپنا منصبی فریضہ سقایہ بھی انجام دیتے رہے ہوں گے۔ ایسا قیاس کیا جاسکتا ہے۔

واضح رہے کہ خاندان ہاشم کی ذمہ سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری تھی۔ کلید برداری اور تولیت کا فریضہ دوسرے خاندان کے ذمہ تھا۔ غریب حجاج کی خبر گیری خاندان نوفل کے ذمہ تھی۔ اسی طرح حج وعمرہ سے متعلق ذمہ داریاں الگ الگ خاندانوں میں تقسیم تھیں۔ یہ سمجھنا کہ بنو ہاشم اگر نہیں رہے تو حج وعمرہ ہی نہیں ہوسکے گا، یہ بات صحیح نہیں ہے۔ جن ظالموں نے اتنا سخت فیصلہ کرلیا انہوں نے سقایہ کا بھی کوئی متبادل نظم کرلیا ہوگا۔ تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہے۔

اشکال: واقعہ کی ممکن شکل تحریر کرتے ہوئے خالد مسعود صاحب لکھتے ہیں کہ حدیث کی روشنی میں واقعہ کچھ یوں ہے کہ کفار قریش کے ایک طبقے نے بنو ہاشم بنو مطلب کے معاشرتی مقاطعہ پہ

---

[1] حیات رسول امی ﷺ، ص ۱۹۷

باہم حلف اٹھایا تھا اس میں کوئی ایسی شق نہ تھی جس کے تحت بنو ہاشم کو خوراک پہنچانا منع کیا گیا ہو یا ان کی نظر بندی مقصود ہو لہٰذا یہ قریش کا معاہدہ نہیں تھا اس کے لکھنے لکھانے کی نوبت نہیں آ سکتی تھی۔ بنو ہاشم کے رشتہ دار ضرورت کی اشیاء اپنے عزیزوں کو پہنچا سکتے تھے چنانچہ حکیم بن حزام کے غلہ پہنچانے کا ذکر روایات میں موجود ہے۔

علی ھذا القیاس نبی ﷺ یا دوسرے لوگوں کے مسجد حرام میں آنے جانے یا شہر میں گھومنے پھرنے پر پابندی نہ تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ کا دعوت وتبلیغ کا کام جاری رہا۔ اسی طرح حج وعمرہ کے حوالے سے بنو ہاشم اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکتے تھے۔

حلف میں شامل لوگوں کے سوا بنو ہاشم باقی لوگوں اور اہل مکہ سے مال لے سکتے تھے اور تجارتی لین دین کر سکتے تھے۔ ان پر اس حلف کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ روایتوں میں محصوری کا مقام شعب ابی طالب بتایا جاتا ہے جب کہ اس نام کی کوئی جگہ مکہ کے آس پاس ثابت نہیں ہے۔ شعب کے بارے میں یہ تصور بالکل غلط ہے کہ یہ مکہ سے دور کوئی گھاٹی تھی جس میں بنو ہاشم قید ہو گئے تھے۔ جب کہ روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ بچے جب بھوک سے روتے تھے تو کفار ان کی آوازیں سن کر ہنستے تھے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب گھاٹی مکہ کے دوسرے محلوں کے قریب ہی واقع ہو۔ اسی طرح یہ محلّہ بھی دوسرے علاقوں کی طرح بنجر تھا اس میں بیریوں کے باغ نہیں تھے جن کے پتوں پر بنو ہاشم اتنا عرصہ گذر اوقات کرتے رہے ہوں۔[1]

الجواب : اس کتاب کو از اول تا آخر پڑھنے کے بعد اس طرح کا کوئی بھی سوال جواب طلب نہیں رہ جاتا تاہم بالاختصار کچھ باتیں۔ حدیث میں صراحت ہے کہ اس معاہدے میں قریش اور بنو کنانہ شامل تھے۔ اس وضاحت کے بعد بھی یہ کہنا کہ کفار قریش کے ایک طبقے نے معاشرتی مقاطعے پر حلف اٹھایا تھا، یہ غلط بیانی ہے۔ حدیث کی آڑ لے کر اپنی من مانی کی جا رہی ہے۔ یہ معاہدہ باقاعدہ لکھا گیا تھا۔ کاتب معاہدہ کا نام، اس کی تفصیلات کہ معاہدہ لکھنے والے کا ہاتھ

---

[1] حیات رسول امی ﷺ؛ ص ۱۹۹

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے شل ہو گیا تھا۔ اس معاہدے کو خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا۔ اس معاہدے کو دیمک نے کھالیا تھا۔ اس معاہدے کو شجعان الاحرار نے اپنے ہاتھوں پھاڑا تھا۔

محترم نے یہ تو بیان کیا ہے کہ حکیم بن حزام کے غلہ پہنچانے کا ذکر روایات میں ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اشیائے ضرور یہ پہنچانے کے لئے کوئی پابندی نہیں تھی۔ جن روایات میں حکیم بن حزام کا ذکر ہے وہیں تفصیل سے یہ واقعہ مذکور ہے کہ ابو جہل نے حکیم بن حزام کو پکڑا، گتھم گتھا ہو گئے، اس بیچ ابوالبختری آ گیا اور ابوالبختری نے ابو جہل کو اسی بات پہ پٹخ دیا، اونٹ کی ہڈی سے مار کر سر پھوڑ دیا۔ حضرت امیر حمزہ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ یعنی غلہ پہنچانے کو ہی لے کر اس قدر مار پیٹ ہوئی۔ یہ تفصیلات انہیں روایات میں موجود ہیں۔ حیرت ہے کہ خالد مسعود صاحب کس طرح آنکھ میں دھول جھونک رہے ہیں۔ افسوس! (شعب ابی طالب کا جائے وقوع اور اس سے متعلق ضروری تفصیلات اسی کتاب میں گذر چکی ہیں)۔

جناب ڈاکٹر نثار احمد صاحب نقوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر میں ان کے مضامین شائع ہوئے ہیں انہوں نے شعب ابی طالب پہ حسب ذیل سوالات اٹھائے ہیں۔

جناب ڈاکٹر نثار احمد شعب ابی طالب میں محصوری کو محض ظنی اور قیاسی مانتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔ ''ان حقائق کی روشنی میں ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ شعب ابی طالب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان بنو ہاشم کی محصوری ونظر بندی کا واقعہ محض ظنی اور قیاسی ہے۔ اصل نوعیت یہ ہے کہ یہ معاشی اور معاشرتی اعتبار سے ایک خاندانی مقاطعہ تھا اس سے زیادہ کچھ نہیں۔'' اس مقاطعہ کی وضاحت کرتے ہوئے وہ خود لکھتے ہیں ''یہ دو قسم کا انقطاع ثابت کرتی ہیں ایک معاشرتی ہے جس میں شادی و بیاہ، صلح، نرمی و مہربانی اور مجلس میں آنے جانے کی پابندیاں شامل ہیں اور دوسرا معاشی جس کے ضمن میں خرید و فروخت اور بازاروں میں آنے جانے کی ممانعت اور روک ٹوک آجاتی ہے۔''[1]

---

[1] نقوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر جلد۹، ص۲۶۶

الجواب : محترم اس معاشرتی انقطاع کی جو شکل بیان کرتے ہیں کہ ان پر شادی و بیاہ، صلح، رفق اور مجلس میں آنے جانے پر پابندی تھی اور خرید وفروخت بازاروں میں آنے جانے پر ممانعت اور روک ٹوک شامل تھی، ان وضاحتوں کو پڑھیں تو صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ اس محصوری کی شکل کیا تھی۔ اس کے علاوہ اور کون سی محصوری کی شکل وہ چاہ رہے ہیں۔ اگر کسی پر شادی و بیاہ خرید وفروخت، مجلس میں آنے جانے اور بازار میں آنے جانے پر پابندی لگادی جائے تو یہ اپنے آپ میں کیا ہے؟

محترم نثار صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ شعب ابو طالب مکہ سے باہر مقام نہ تھا۔ ابو البختر ی اور ابو جہل کے بیچ کی لڑائی کا تماشہ حمزہ بن عبد المطلب پاس کھڑے دیکھ رہے تھے، ان کے پاس کھڑے ہونے کا مطلب کیا تھا؟

اس واقعے کی تفصیلات اس کتاب میں پیچھے گزر چکی ہیں۔ ابو جہل محصورین تک غلہ پہنچانے سے روک رہا تھا اسی کو لے کر ان کے درمیان مار پیٹ ہوئی۔ پھر ان دونوں نے دیکھا کہ یہ مار پیٹ کا منظر حضرت حمزہ دیکھ رہے ہیں تو وہ دونوں شرما کر بھاگے۔ اسی کو دلیل بنا کر کہ شعب مکہ سے دور کوئی مقام نہ تھا۔ جب کہ یہ ثابت ہے کہ یہ گھاٹی مکہ سے کچھ فاصلے پر واقع تھی اور یہ سب کچھ گھاٹی کے پاس واقع ہوا تھا اس لئے حضرت حمزہؓ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ محترم نثار صاحب گھاٹی میں غلہ پہنچانے کے اور واقعات بھی پڑھ لیتے تو سمجھ جاتے کہ گھاٹی مکہ سے کچھ فاصلے پر واقع تھی۔ ہشام بن عمرو چوری چھپے محصورین کی مدد کیا کرتا تھا وہ اکثر اونٹ پر غلہ اور اشیائے ضروریہ لاد کر گھاٹی سے قریب جاتا اور اونٹ کی نکیل نکال کر زور سے اونٹ کو مارتا کہ اونٹ بھاگتا ہوا گھاٹی میں داخل ہو جاتا اور اسی طرح سے وہ اکثر کیا کرتا تھا۔ اگر وہ تمام اپنے اپنے محلوں ہی میں آباد تھے تو پھر ان کی مدد کے لئے اونٹ پر غلہ لادنا اور اس کو بے مہار کرنا اور پھر زور سے مار کر ہانکنا کہ اونٹ مع ساز وسامان ان تک پہنچ جائے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

شعب ابی طالب مکہ سے کچھ فاصلے پر واقع ایک گھاٹی تھی جس کا مدخل تنگ تھا جس

میں سے صرف ایک اونٹ ہی گذر سکتا تھا لیکن اندر سے یہ کشادہ وادی تھی۔ یہ ابوطالب کی اپنی ملکیت تھی۔

''بنو ہاشم نے ڈر کر مکہ کی سکونت خود ترک کی اور مع خاندان شعب میں جا کر محصور ہو گئے۔ یہ شکل بھی متعدد وجوہ سے سخت محل نظر ہے۔''

(ا) ابوطالب جیسے نڈر، بے باک، صاحب غیرت وحمیت آدمی سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ڈر کر اپنے مکانوں کو خیر باد کہہ کر مکہ سے نکل جائے گا یا اپنے آپ کو ڈر کی وجہ سے محصور کر لے گا۔ اپنے جس بھتیجے کی حمایت وحفاظت وہ علی الاعلان کرتا رہا ہے اب شدائد کا سامنا ہوتے ہی پس ہمتی کا شکار ہو جائے گا اور اپنے بھتیجے سمیت دشمنوں کی نظروں سے دور چلا جائیگا۔ کیا یہ باتیں قرین قیاس ہیں؟

(ب) ایسے صاحب عزیمت نبی سے یہ توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے آپ کو قتل سے بچانے کے لئے شہر سے دور ایک گھاٹی میں جا کر محصور ہو جائیں گے؟

(ج) اگر بالفرض ہم ان تمام حضرات کو شعب میں محصور مان بھی لیں تو ایک اور پیچیدگی یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ کیا اس دوران کارِ نبوت موقوف رہا؟ جہاں کوئی اور آبادی نہ تھی اپنے اہل خاندان جن کو کئی بار آپ ﷺ دعوت دے چکے تھے تو پھر آپ دعوت وتبلیغ کا فریضہ کیوں کر ادا کر سکتے تھے۔[1]

الجواب : چچا ابوطالب یقیناً بیباک نڈر، صاحب غیرت وشجاعت تھے اور آپ ﷺ کی حمایت میں کہیں بھی بزدلی کا ثبوت نہیں دیا۔ اطلاق مقاطعہ کے بعد چچا ابوطالب کا اقدام ورد عمل کیا تھا ،اس کتاب میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔ اس معاہدے مقاطعہ کے بعد آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے چچا ابوطالب اپنے پورے خاندان کے ساتھ پناہ گزیں ہوئے کیونکہ یہ ایک طرح کے جنگی حالات تھے۔ ایسے حالات میں آپ ﷺ کی حفاظت ہی مقدم تھی ،شعب ابی طالب ایک فطری پناہ گاہ تھی۔ یہاں سب مل کر آپ ﷺ کی حفاظت کر سکتے تھے۔ اور اس گھاٹی میں رہ کر بھی چچا ابو

---

[1] نقوش رسول اللہ ﷺ نمبر، جلد ۹، ص ۶۵

طالب آپ ﷺ کی حفاظت سے غافل نہ تھے، بلکہ بستر بدل بدل کر سلاتے تھے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے تھا۔ اسے ڈر اور بزدلی نہیں کہا جا سکتا تھا بلکہ ایک جنگی حکمت عملی کا حصہ تھا۔ قریش اور بنو کنانہ کی شکل میں ایک بڑی اجتماعیت نے مقاطعہ کیا تھا۔ اس مقاطعہ کے مقابلے کے لئے ایک چھوٹی اجتماعیت آلِ بنو ہاشم اور آلِ بنو مطلب کو اکٹھا ہو کر اس صورت حال کا مقابلہ کرنا تھا۔ ایسا سوچنا کہ ایسا کچھ آپ ﷺ نے اپنی مرضی سے کیا تھا اللہ کی مرضی شامل نہ تھی اگر ایسا ہوتا تو اللہ کی طرف سے وعید ونکیر ہوتی، بذریعہ وحی آپ ﷺ کو روک دیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ گھاٹی میں پناہ گزیں ہونے کو آپ بزدلی پر محمول کر رہے ہیں۔ اس کو حکمت عملی کا حصہ نہیں مان رہے ہیں تو پھر ہجرت کے موقع پر آپ ﷺ کا غارِ حرا میں تین دن ٹھہرنے کو آپ کیا کہیں گے؟

کیا اس دوران کارِ نبوت موقوف رہا ؟

آپ ﷺ پر قرآن بھی نازل ہوتا رہا تھا۔ کون کون سی سورتیں نازل ہوئیں یہ تعین مشکل ہے، اس دوران کے نزول قرآن کا روئے سخن آپ ﷺ کی ذات تھی۔ دوران محصوری آپ اسی اہل خانہ میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے اور ایام حج میں آپ گھاٹی سے باہر نکل کر دور دراز سے آنے والے تمام لوگوں کے مابین دعوتِ دین کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ آپ آزمائش کے دن صبر وثابت قدمی سے گذار رہے تھے۔ یہی اسوۂ نبوی ﷺ ہے کہ تمام تر سخت حالات میں ہمیں داعی الی اللہ بن کر ہی رہنا ہے۔

معاہدہ مقاطعہ کی عبارت کو دیمک نے کھالیا اس کو حسب ذیل وجوہ سے علامہ شبلی نعمانیؒ ناقابل اعتبار مانتے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے سیرۃ النبی ﷺ جلد اول ''شعب ابی طالب میں محصور ہونا کے عنوان سے تفصیلات درج کی ہیں'' لیکن اس میں معاہدے مقاطعہ کو دیمک نے کھالیا اس واقعے کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ شبلی رقم طراز ہیں۔

''ابن اسحاق، ابن سعد جز اول، بیہقی اور ابونعیم میں ہے کہ قریش نے جب بنو ہاشم کا مقاطعہ کر کے شعب ابی طالب میں محصور کیا اور باہم ایک معاہدہ مرتب کر کے خانہ کعبہ میں رکھ دیا

تو چند سال بعد اللہ نے دیمک کو بھیجا جس نے کاغذ کو کھالیا۔ ایک روایت میں ہے کہ خدا کا نام چھوڑ کر باقی عبارت کو جس میں بنو ہاشم کے مقاطعے کا عہد تھا اس نے کھالیا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ خدا کا نام کھالیا تھا اور بقیہ عبارت چھوڑ دی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو اس واقعے سے مطلع فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے ابو طالب سے اس کا ذکر فرمایا۔ ابو طالب نے قریش کو اس کی خبر دی اور بالآخر اس واقعہ کے جھوٹ اور سچ ہونے پر معاہدہ باقی رہنے یا ٹوٹ جانے کا فیصلہ قرار پایا۔ کفار نے جب کاغذ کو اتار کر دیکھا تو آنحضرت ﷺ کے قول کی تصدیق ہوگئی۔

ابن اسحاق کی روایت بے سند ہے اور بقیہ تمام روایت واقدی اور ابن لہیعہ سے ہیں جن کا اعتبار نہیں اور ثقات سے ہیں تو وہ تمام مرسل ہیں۔ ان مرسل روایتوں میں اگر کوئی بہتر روایت ہے تو وہ بیہقی میں موسیٰ بن عقبہ کی ہے، جو امام زہری سے اس کو روایت کرتے ہیں، مگر وہ زہری تک پہنچ کر رہ جاتی ہے، کسی صحابی تک نہیں پہنچتی۔''[1]

الجواب : ڈاکٹر حمید اللہؒ سیرت ابن اسحاق کا محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''محدثین نے ابن اسحاق پر سب سے بڑی طعنہ زنی جو کی ہے کہ احادیث میں تدلیس کرتے ہیں، یعنی حدیث روایت کرتے وقت اسناد میں اپنے اصلی شیخ کو بیان نہیں کرتے، لیکن یہ اسلوب اس فرق سے متعلق ہے جو حدیث اور تاریخ کے درمیان موجود ہے۔ حدیث میں مربوط قصہ مطلوب نہیں ہوتا، بلکہ بیان کردہ واقعہ کی معرفت کے بارے میں ہر گواہ کی گواہی مطلوب ہوتی ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس کا انحصار تو حدیث پر ہے لیکن اس کی غرض یہ ہے کہ تاریخی حقائق کے متعلق ایک مکمل اور مربوط قصے کے طور پر خبر بہم پہنچائی جائے، بغیر اس چیز کے کہ کلام کو اسانید اور بیانات کے تکرار سے بوجھل کیا جائے۔ یہی اسلوب امام زہری کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ ابن اسحاق زہری کے ارشد تلامذہ میں سے تھے، انہوں نے زہری کے اس منطقی اسلوب کی پیروی اختیار کی، زہری کے اس طریقہ کار پر کسی نے بھی اسے مطعون نہیں کیا۔[2]

---

[1] سیرۃ النبی ﷺ حصہ سوم، علامہ شبلی نعمانی، ص ۵۳۳

[2] سیرت ابن اسحاق۔ ص ۳۸۶

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن اسحاق کی روایت کا بے سند ہونا اور روایت کا امام زہری تک پہنچ کر رک جانا یہ اسلوب کا فرق ہے جو حدیث اور تاریخ کے درمیان موجود ہے۔ سیرت وحدیث کے فرق پر علامہ شبلی نعمانیؒ رقم طراز ہیں ''سیرت ایک جداگانہ فن ہے اور بعینہ فنِ حدیث نہیں ہے، اس بنا پر اس کی روایتوں میں اس درجہ کی شدت احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جاتی جو فن صحاح ستہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ مغازی اور سیرت میں جس قسم کی جزوی تفصیلات مقصود ہوتی ہیں وہ فن حدیث کے اصل معیار کے موافق نہیں مل سکتیں اس سے ارباب سیر کو تنقید اور تحقیق کا معیار کم کرنا پڑتا ہے۔ اس بنا پر سیرت ومغازی کا رتبہ فن حدیث سے کم رہا۔''[1]

مولانا مزید فرماتے ہیں ''یعنی وہ روایتیں تنقید کی زیادہ محتاج ہیں جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ باقی جو روایتیں سیرت اور فضائل وغیرہ سے متعلق ہیں ان میں تشدد اور احتیاط کی چنداں حاجت نہیں۔''[2]

مولانا محترم کی مذکورہ بالا وضاحتوں کی روشنی میں ہم دیکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ''معاہدے کو دیمک نے کھالیا'' یہ ان باتوں میں سے تو نہیں جس سے شرعی احکامات ثابت ہوتے ہوں۔ تو پھر ایسی صورت میں احتیاط کی ایسی حاجت نہیں تھی۔ اور سیرت کے باب میں کوئی روایت امام زہریؒ تک پہنچ کر رک جائے تو اسے ترک ہی کر دینا چاہئے یہ بات بھی قابل غور ہے۔ علاوہ اس کے دیگر سیرت نگاروں نے جو دلائل دیئے ہیں وہ اپنے آپ میں مسلم الثبوت ہیں۔ چچا ابو طالب کے اشعار بھی اسی کی تصدیق کرتے ہیں کہ معاہدے کو دیمک نے کھالیا تھا۔

محترم کلیم صفات اصلاحی رفیق دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ نے اپنے گراں قدر مقالہ ''انساب الاشراف میں شعب ابی طالب کی تفصیلات کا جائزہ'' سیرت سیمینار ۲۰۱۴ء اعظم گڑھ میں یہ سوال اٹھایا ہے

مقاطعہ سے پہلے مسلمانوں کی اکثریت ۵-۶ نبوی میں حبشہ ہجرت کر کے جا چکی تھی۔

۱؎ سیرۃ النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانیؒ حصہ اول، ص ۸　　　۲؎ سیرۃ النبی ﷺ، علامہ شبلی نعمانیؒ حصہ اول، ص ۳۵

خصوصاً حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ جن کی جرأت و بہادری مکہ میں مسلم تھی ہجرت کر چکے تھے۔ مسلمانوں کی بہت تھوڑی سی تعداد آپ کے ساتھ رہ گئی تھی۔ بالخصوص یارِ غار حضرت ابوبکر صدیقؓ جن کا نام مہاجرین حبشہ کی فہرست میں شامل نہیں ہے کا کیا کردار تھا۔ اس مشکل ترین مصیبت کے وقت وہ کہاں تھے؟ یا اس پورے دورِ ابتلاء میں انہوں نے آپ ﷺ کو کسی قسم کی مدد پہنچائی یا نہیں؟[۱]

الجواب : حضرت عمر فاروقؓ کے تعلق سے یہ کہنا کہ وہ اس عرصہ میں ہجرت کر چکے تھے، یہ بات غلط ہے، انہوں نے مکہ سے مدینہ کی ہجرت کی ہے وہ بھی اس وقت جب آپ ﷺ نے مدینہ ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ اور حضرت حمزہؓ کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ بھی ہجرت کر چکے تھے ، یہ بات بھی غلط ہے۔ حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں موجود تھے اور آپ ﷺ کے مضبوط پشت پناہ تھے۔ ابوجہل اور ابوالبختری کے بیچ کی لڑائی کا مشہور واقعہ حضرت حمزہؓ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ یہ تفصیلات بھی پیچھے گزر چکی ہیں۔ اس اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کیا کردار تھا یہ تفصیل بھی اسی کتاب میں گذر چکی ہے۔

۱۔ انساب الاشراف میں محاصرہ شعب ابی طالب کی تفصیلات کا جائزہ۔ مجموعہ مقالات سیرت سیمنار۔ ۲۰۱۴ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ ص ۳۹

محصوری شعب

حکمتیں ومواعظ

محصوری شعب سے رہائی کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ مسلمانوں کو سخت سے سخت حالات میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالی جب اپنے مخلص بندوں کی مدد کرنا چاہتا ہے تو زمین کے چھوٹے چھوٹے کیڑوں سے بھی کام لے لیتا ہے۔اس لئے مشکل ترین حالات میں بھی اللہ سے ہی امید قائم رکھنی چاہئے۔

اہل ایمان کو یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ کی طاقت ہر دوسری طاقت پر بھاری ہے بس اللہ کی پناہ میں رہ کر بے خوف ہوکر اپنے کام میں لگے رہنا چاہئے۔اللہ کی مدد آ کر رہے گی بس اسی وقت کے آنے تک ہمیں سب کچھ صبر کے ساتھ برداشت کرنا ہوگا۔

دینی غیرت وحمیت ایک اعلی دولت ہے مصائب ومشکلات کے باوجود بھی یہ غیرت مطلوب بھی ہے اور محمود بھی۔ تین برس تک مسلسل سخت ترین آزمائش میں مبتلاء ہونے کے باوجود جبین رسالتﷺ نے دین کی حفاظت اور بنی ہاشم نے اپنی خاندان غیرت وحمیت کی خاطر قریش کے در پر جھکنا گوارانہیں کیا۔اور پوری استقامت سے اس پر جمے رہے۔ بالآخر اللہ نے آزمائش سے نجات دی۔

ہر دور اور علاقہ میں اللہ کے دشمن داعیان اسلام کی معیشت اور اقتصادیات پر ضرب لگاتے رہتے ہیں تاکہ وہ بے دست و پا ہوکر اپنی دعوت سے بعض آ جائیں لیکن ایسے حالات میں محصورین شعب کا اسوہ قیامت تک کے لئے ہے کہ درختوں کے پتے چبائے، چمڑے ابال ابال کر چوسے لیکن جادۂ حق پر ثابت قدم ہی رہے۔

یہ تین سالہ محصوری کا دور اصلاً آپ ﷺ کی تیاری کے لئے تھا جس طرح خاموش دعوت کے تین سالہ عرصہ کے بعد اعلانیہ دعوت کا حکم دیا گیا۔اسی طرح آپ کو مزید تین سال کا عرصہ دیا گیا تا کہ آپ محصوری سے پختہ ہوکر دنیا کو اسوۂ یوسفی (قید و بند) اور اسوۂ موسوی (ہجرت و جہاد) پر عمل کر کے یہ بات سمجھا سکیں کہ خدا پر بھروسہ کرنے والا ایک تنہا شخص بھی ہر مشکل پر فتح پا سکتا ہے بحمد للہ آپ ﷺ ان تمام سختیوں سے نکل کر آئے تو فریضہ نبوت کی ادائیگی کو اور بڑھا دیا۔ یہ عرصہ تمام تر سختیاں جھیلتے ہوئے غور وخوض کے لئے بھی تھا کہ بہر حال حکومت و اقتدار بہت ضروری ہے ذیل کا اقتباس ملاحظہ کریں۔

''مگر ان تین برس کی قید میں رسول ﷺ پر یہ حقیت واضح ہوگئی کہ جب تک سیاسی اقتدار نہیں ملتا دینی تعلیمات کا حیات انسانی پر عمیق اور خاطر خواہ اثر نہیں ہوسکتا یعنی محض انفرادی اخلاق کو سدھار دینے سے معاشرہ کی اجتماعی زندگی پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوسکتا''۔[1]

اللہ نے آپ کو دعا سکھائی وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَاناً نَّصِيراً[2]

اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودی تحریر فرماتے ہیں ''یا تو مجھے خود اقتدار عطا کر یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنادے تا کہ اس کی طاقت سے میں دنیا کے اس بگاڑ کو درست کرسکوں؛ فواحش و معاصی کے اس سیلاب کو روک سکوں اور تیرے قانون عدل کو جاری کر سکوں۔اس سے معلوم ہوا کہ اسلام دنیا میں جو اصلاح چاہتا ہے وہ صرف وعظ و تذکیر سے نہیں ہوسکتی بلکہ اس کو عمل میں لانے کے لئے سیاسی طاقت بھی درکار ہے۔پھر جبکہ یہ دعا اللہ تعالی نے اپنے نبی کو خود سکھائی ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اقامت دین، نفاذ شریعت اور اجرائے حدود اللہ کے لئے حکومت چاہنا اور اس کے حصول کی کوشش کرنا نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے اور وہ لوگ غلطی پر ہیں جو اسے دنیا پرستی یا دنیا طلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔دنیا پرستی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے لئے حکومت کا طالب ہو۔رہا خدا کے دین کے لئے حکومت کا طالب ہونا یہ دنیا پرستی نہیں بلکہ خدا پرستی کا عین تقاضا ہے۔اگر جہاد کے لئے تلوار کا طالب ہونا گناہ نہیں ہے تو اجرائے

---

[1] انقلاب مکہ سیرت نبوی اور نزول قرآن کی روشنی میں ص ۱۷۹۔　　[2] بنی اسرائیل: ۸۰

احکام شریعت کے لئے سیاسی اقتدار کا طالب ہونا آخر کیسے گناہ ہو جائے گا۔"[1]

اللہ کو یہ منظور تھا کہ آل بنو ہاشم زیادہ سے زیادہ قریب رہ کر حضور کے اخلاق و کردار صداقت و استقامت اور حق پرستی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر متاثر ہوں اور مستقبل میں یہی ثابت قدمی اپنا رخ بدل کر اسلام کے کام آئے۔

رسول ﷺ نے دین کے معاملہ میں بالکل مداہنت کا ثبوت نہیں دیا۔ کفار کی ہر پیش کش کو ٹھکرا کر دین حنیف کے متبع رہے ان کی ہر دھمکی پر صبر کیا۔ آگے کیلئے درس ہے کہ دنیاوی جاہ وحشمت جس کی طرف انسان لپکتا ہے یہ عارضی وقتی اور فانی ہے۔ باقی رہنے والی زندگی آخرت کی ہے۔ ہمیشہ اور ہر حال میں فانی پر اس باقی رہنے والی زندگی کو فوقیت دینی چاہئے۔

حضور ﷺ کی شعب میں محصوری فاقوں پر فاقے ہیں۔ درختوں کے پتے کھائے جا رہے ہیں۔ چمڑے چوسے جا رہے ہیں لیکن ایک لمحہ کے لئے بھی باطل سے کسی تعاون کسی طرح کے رحم کی درخواست نہیں کی ہے۔ سب کچھ اللہ کے حوالہ ہے۔ ہمیں بھی ہر حال میں اسی اسوہ کو باقی رکھنا ہے۔

بغیر خواہش بغیر کوشش کے کچھ صلح پسندوں کی طرف سے اگر از راہ انسانی ہمدردی تعاون ملے اور اس کے پس پردہ احسان جتلانے کی کوئی بات نہ ہو تو ایسی مدد و اعانت قبول کی جانی چاہئے۔

بچوں کے رونے کی آواز سے پوری وادی کے محصورین پریشان ہیں۔ یہ رونے کی آوازیں آس پاس کے لوگوں کو بھی پریشان کر رہیں ہیں لیکن محض پریشانی سے گھبرا کر باطل کی منشا کے مطابق بال برابر نہیں جھکے۔ سب کچھ سہتے رہے اور ثابت قدم رہے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ محض پریشانیوں سے گھبرا کر بچوں کی فکر میں اہل خانہ کی فکر میں گھبرا کر باطل کی منشا کے مطابق کوئی اقرار یا سپر نہ ڈالیں بلکہ اللہ علیم و خبیر کے حضور سر بسجود ہو کر اپنی پریشانیاں پیش کریں۔

خوب یاد رکھیں کہ اللہ کسی پر اس کی سکت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتا اور ہر آزمائش کے پیچھے اللہ کی بڑی حکمت ہوتی ہے اور ہر آزمائش کا ایک مقررہ وقت ہوتا ہے۔ وہ وقت آنے پر ہی ختم ہوتی ہے۔ اللہ نے دیمک کو مسلط کر دیا وہ ظالمانہ عبارت کو چاٹ گئی اور اللہ نے انہیں کے درمیان سے شجعان الاحرار پیدا فرما دیئے جنھوں نے اس مقاطعہ کے خلاف تحریک چلائی اور اس کو چاک کر ڈالا۔

---

[1] تفہیم القرآن جلد دوم، بنی اسرائیل حاشیہ نمبر ۱۰۰ ص ۶۳۸

ہم خود کو تعیش اور آرام طلبی سے دور رکھیں۔سادہ زندگی گذاریں۔جیلوں میں فرش ہوتا ہے۔سخت قسم کی دری ہوتی ہے۔گدا یا لحاف نہیں ہوتا صرف کمبل ہوتا ہے۔وہ بھی بہت کھر درا سرہانے رکھنے کے لئے تکیہ نہیں ہوتا اور اکثر بھر پیٹ کھانا نہیں نصیب ہوتا جیلیں راہ حق کا پڑاؤ ہیں۔ہم کم سے کم وسائل کے ساتھ زندگی گذارنے کے عادی بنیں۔

ہم کثرت سے نفلی روزوں کا اہتمام کرنے والے بنیں تاکہ بھوک اور پیاس کی شدت ہمیں راہ حق سے پھیر نہ سکے۔

رسول اللہ ﷺ کی حد درجہ استقامت اور بے باکانہ موقف کی ہی برکت سے چچا ابوطالب نے کہا بھتیجے تم اپنا کام جاری رکھو میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔اور چچا نے تاعمر آپ کا ساتھ دیا۔

ہمیں دین کے معاملہ میں دنیوی انجام سے بے پرواہو کر خالص اللہ کے ہو کے رہنا ہے اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے محصوری کے ایام میں شجعان الاحرار ان سے کسی قسم کا ربط یا ان کو تیار کرنے میں آپ کی کسی کوشش کا دخل نہیں بلکہ ان کے اندر خود سے انسانیت جاگی۔انہوں نے تحریک چلائی اور اس تحریک کو اللہ نے کامیابی سے ہم کنار کرایا۔

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانی حقوق کی علمبردار و دعویدار تنظیمیں یا افراد اگر خود سے انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف آواز بلند کریں تو یہ ان کا فرض ہے۔

آج ضرورت ہے کہ

جو لوگ اعلاء کلمۃ اللہ کی پاداش میں محصور ہوں ان کو کھلے چھپے مدد پہنچانا، انکو حصار سے آزاد کرنے کے لئے ہر قسم کا ایثار پیش کرنا دینی فریضہ ہے۔اس سے غفلت ولاپرواہی دین کی حقیقی محبت سے چشم پوشی ہے۔اہل قریش کا یہ مقاطعہ شرف انسانیت کے منافی ہے۔ اسلام تو اپنے دشمنوں سے عفو درگذر اور صلح وآشتی کا حکم دیتا ہے۔محصورین میں اگر غیر مسلم ہوں تو اس دوران ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جاسکتی ہے۔جیسا کہ رسول اللہ نے کیا۔ محصوری کے دوران اگر غیر مسلم کا تعاون حاصل ہو تو اس کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

---

[1] انساب الاشرف میں محاصرۂ شعب ابی طالب......مقالات سیمنار ۲۰۱۴۔دارالمصنفین اعظم گڑھ

اے اللہ!

تمام اسیران بلا اور محصورین فی سبیل اللہ کی توغیب سے مدد فرما۔

اے اللہ محصورین غزہ (غزہ ۳۶۵ کلومیٹر مربع کے رقبہ میں پندرہ لاکھ مسلمانوں کو رہنے کے لئے مجبور کردیا گیا ہے۔) جو ۱۴ جون ۲۰۰۷ سے محصور ہیں۔ جنھیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ترکی یا قطر کے عطیات پر ہی گذارا کرنا پڑتا ہے۔

جن پر نوکریوں کے دروازے بند ہیں

جن کو ہر طرح کی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے۔

اہالیان غزہ کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ حماس سے بے پناہ محبت کرتے ہیں ۔ بچے بوڑھے جوان مردوخواتین پر ظلم صرف اس لئے کہ یہ تمام فاقوں سے پریشان ہوکر حماس کا ساتھ چھوڑ دیں۔اس لئے ان پر سختیوں پر سختیاں جاری ہیں

اے اللہ محصورین غزہ کو تنگیوں سے نکال

اے اللہ دنیا میں جاری ایسے تمام مظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ عطا کر۔

اللّٰهم زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَ اکرِمْناَ و لا تُهِنَّا و اعطِنا و لا تحرِمْنا و اٰثِرْنَا و لا تُوْثِر علینا و ارْضَ عَنَّا وَ ارْضِنا[1]

الٰہی ہماری تعداد میں اضافہ فرما، کمی نہ کر، ہمیں عزت و وقار سے نواز، ذلیل وخوار نہ کر، عطا فرما محروم نہ رکھ، ہمیں ترجیح دے، ہم پر ترجیح نہ دے۔اے اللہ ہم سے راضی ہوجا اور ہمیں بھی خوش کردے۔آمین

---

[1] مسند احمد ج ا ص ۳۳۴، تفہیم الاحادیث جلد ہشتم ص ۹۹

قریش
عدنان
معد
نزار
مضر
ربیعه
الیاس
مدرکه
خذیمه
کنانه
النضر
عبدمناة
مالک
فہر
الحارث
غالب
محارب
لوی
کعب
خزیمه سامه عامر سعد الحارث عون
مره
کلاب
ابومخزوم تیم
قصی
زهره

(الفصول فی سیرة الرسول الجزء الثانی ص ۴۱۴) تالیف. الحافظ ابی الفداء اسماعیل بن کثیر

خاتمہ

۱۳راگست ۲۰۱۶ء کو رب کے حضور دعا و مناجات کے ساتھ شعب ابی طالب کے عنوان پر لکھنے کا جو کٹھن کام میں نے شروع کیا تھا، وہ بحمد اللہ آج ۱۸رماہ بعد پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ یہ سراسر اللہ کا فضل واحسان ہے کہ اس نے اپنے اس حقیر بندے کو سیرت پاک ﷺ کے ایک مخصوص گوشہ کا مطالعہ کر کے مرتب شکل میں لانے کی توفیق بخشی۔

اس نیک اور عظیم کام میں میرا ہر گام پر ساتھ دینے والے عزیز دوست، میرے معاونین سیف الدین ہلالی، مدثر جاوید اور میرے عزیز بیٹے عمار شاہد، عمیر شاہد، جنہوں نے سیرت پاک ﷺ سے سچی عقیدت کے جذبہ سے اس کام میں میرا بھرپور ساتھ دیا، اللہ ہم تمام کو اجر کثیر سے نوازے اور اسے ہمارے لئے توشۂ آخرت بنادے۔

آمین

شاہد بدر (۲۰رفروری ۲۰۱۸ء: ۸ بجے صبح)

المراجع والمستفادات

تفہیم القرآن سیدابوالاعلیٰ مودودی مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی مئی ۲۰۱۵ء
فی ظلال القرآن سید قطب شہید مترجم مولانا سید حامد علی نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی دہلی نومبر ۲۰۱۱
الصحیح البخاری مترجم مولانا ظہور الباری اعظمی مکتبہ محمودیہ جودھ پور راجستھان
صحیح مسلم شریف (مترجم مع مختصر شرح) مسلم بن حجاج القشیری مترجم : مولانا عزیز الرحمٰن فاضل اشرفیہ لاہور۔ مکتبہ محمودیہ۔ مسجد بلال شانتی پریہ نگر جودھپور راجستھان
سنن ابی داؤد. سلیمان بن الاشعث ابوداؤد السجستانیؒ مترجم۔ مولانا خورشید حسن قاسمی مکتبہ مدینہ کرالا یا اننت ناگہ کشمیر
سنن ابن ماجہ. امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینیؒ مترجم۔ حضرت علامہ وحید الزماںؒ. اعتقاد پبلشنگ ھاؤس۔ نئی دہلی.
تفہیم الاحادیث سیدابوالاعلیٰ مودودی مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی مارچ ۲۰۱۲ء
البلاذری۔ انساب الاشراف الجزء الاول تحقیق یوسف المرعشی المعهد الألمانی للابحاث الشرقیہ، بیروت ۲۰۰۸ء
عیون الاثر۔ فی فنون المغازی والشمائل والسیر المجلد الاول لابن سید الناس مکتبہ القدوس القاہرہ سنہ ۱۳۵۶ تحقیق لجنۃ احیاء التراث العربی فی دار الآفاق الجدیدہ۔ بیروت
الطبقات الکبری تالیف محمد بن سعد بن منیع الزھری۔ بیروت لبنان
تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام شمس الدین محمد بن احمد عثمان الذھبی المکتبہ التوفیقیہ

زادالمعاد فی ہدی خیر العباد الجزء الاول لابن قیم الجوزی
الروض الانف الجزء الاول للامام ابی القاسم عبدالرحمٰن السھیلی تحقیق عبداللہ منشاوی، دارالحدیث القاہرہ
الروض الانف ـفی شرح السیرة النبویة لابن ھشام الامام المحدث عبدالرحمن السُّھیلی (الجزء الثالث) تحقیق و تعلیق عبد الرحمن الوکیل .دارالکتب الحدیثیه
البدایة والنھایہ الجزء الثالث للامام ابوالفداء الحافظ ابن کثیر الدمشق
الوثائق السیاسیة للعھد النبوی والخلافة الرّاشدہ محمد حمیداللہ دار النفائس
بیروت ۱۹۸۵/ ۱۴۰۵ الجامع الصحیح للسیرة النبویہ، طریق جہاد الدعوہ، فی ضوء سیرة الرسول، الدکتور سعد المرصفی
تاریخ الیعقوبی المعروف بالیعقوبی ـ المجلد الثانی ـ بیروت
المغازی للامام موسی بن عقبہ تالیف محمد الحسین باقشیش، مکتبہ دار المنہاج
السیرة النبویہ عرض ووقائع وتحلیل أحداث الدکتور علی محمد الصلابی
دلائل النبوہ ومعرفة احوال صاحب الشریعہ لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی الدکتور عبدالمعطی قلعجی دارالکتب العلمیہ ـ بیروت لبنان
السیدہ خدیجہ ام المؤمنین عبدالحمید محمود، دارالعلمی دمشق
محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ الجزء الاول تالیف الشیخ محمد الخزرمی بک المکتب التجاریہ الکبری بمصر
تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام المجلد الاول الدکتور بشار عواد معروف، دارالغرب الاسلامی
فقہ السیرہ تالیف الدکتور محمد سعید رمضان البوطی ـ دارالمعارف ـ بمصر
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محمد رضا دارالکتب العلمیہ ـ بیروت لبنان
السیرة النبویہ دروسٌ وعبر الدکتور مصطفیٰ السباعی دار ابن حزم
عظمة الرسول محمد عطیہ الابراشی مکتبہ الاسرة ۲۰۰۳

هذالحبيب محمد رسول الله يا محب ابوبکر جابرالجزائری مکتبہ العلوم والحکم المدینہ المنورہ
التاریخ الاسلامی قبل البعثۃ محمود شاکر المکتبہ الاسلامی
فقہ السیرہ محمد الغزالی داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان
مہارات انسانیۃ فی رحاب السیرۃ النبویۃ الدکتور خالد مذکور عبداللہ المذکور ادارۃ البحوث والدسارات

امتاع الاسماء للمقريزى تقى الدين احمد بن على
الجزء الاول. طبع .الشؤن الدّينية بدولة قطر

ألسيرة النبوية فى فتح البارى حافظ ابن حجر عسقلانى جمع و
تو شيق محمد الامين .المدنيه النبويه .

دلائل النبوة الحافظ الكبيرابى نعيم الاصبهانى .الجزء الاول .
دارا لنفائس .بيروت .١٩٨٦

جوامع السيرة وخمس رسائل اخرى تاليف على بن حزم الاندلسى.

الخصائص الكبرىٰ الحافظ جلال الدين عبد الرحمن ابى بكر السُّيُو طى.
الجزء الاول .دارا الكتب الحديثية.

جُهرة النسب لابن كلبى الجزء الاول .مطبعة حكومت الكويت ١٩٨٣ .

اخبار مكه ماجاء ما فيها من الآثار للازرقى .الجزء الثانى
تاليف ابى الوليد محمد بن عبدالله بن احمد
لا زرقى،مطابع دارالثقافه مكه المكرمه ١٩٨٨

سيرة النبى صلى الله عليه وسلم
لابى محمد عبد الملك بن هشام .تحقيق مجدى فتحى السيَّد
الناشر .دارا لصحابة للتراث بطنطاالطبعته الاولىٰ .١٩٩٦

الفصول فى سيرة الرسولؐ
تاليف .الحافظ ابى الفداء اسماعيل بن كثير تحقيق و

تعلیق .محی الدین مستو . مکتبہ دارا لترات .المدینہ المنورہ
سیرت ابن اسحاق مسماۃ بکتاب المبتداء والمبعث والمغازی تالیف محمد ابن سحاق بن یسار
تحقیق وتعلیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ ترجمہ نور الٰہی ایڈوکیٹ ناشر ملی پبلی کیشنز۔نئ دہلی ۲۰۱۳
(نقوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر مدیر محمد طفیل ادارہ فروغ اردو لاہور جنوری ۱۹۸۵
جمال مصطفیٰ عبدالعزیز عرفی گیلانی پبلشرز کراچی
سیرت قرآنیہ سید نا رسول عربیؐ محمد اجمل خان مکتبہ بیت الحکمت اردو بازار لاہور
پاکستان،جنوری ۱۹۵٦
سیرۃ المصطفیٰ جلد اول محمد ادریس کاندھلوی اشرفی بک ڈپو دیو بند یوپی
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کامل ابن ہشام حصہ اول مترجم عبد الجلیل صدیقی شیخ غلام علی اینڈ سنس
پبلشرز کشمیری بازار لاہور
سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی نعمانیؒ دار المصنفین اعظم گڑھ
طبقات ابن سعد محمد بن سعد۔مترجم علامہ عبداللہ المعادی نفیس اکیڈمی۔
اردو بازار۔کراچی.ر
انقلاب مکہ۔سیرت نبوی نزول قرآن کی روشنی میں الطاف جاوید
فکشن ہاؤس مزنگ روڈ لاہور
خواتین اہل بیت۔ تالیف احمد خلیل جمعہ.اردو ترجمہ۔محمود احمد غضنفر
مکتبہ الفہیم مئو ناتھ بھنجن جون ۲۰۱۳
سیرت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول دکتور مھدی رزق اللہ دار العلم ممبئ اکتوبر ۲۰۱۲
سیرت احمد مجتبیٰ۔ظہور قدسی سے مسجد قباء تک شاہ مصباح الدین شکیل الرحمٰن پرنٹرس و پبلشرز
۱۸ زکریا اسٹریٹ کولکاتہ ۷۰۰۰۷۳
ملکی اسوہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مسلم اقلیتوں کا حل یٰسین مظہر صدیقی اسلامک بک فاؤنڈیشن،
نئ دہلی
حیات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مارٹن لنگس ابوبکر سراج الدین

مرکزی مکتبہ اسلامی نئی دہلی ۲۰۰۸

زادالمعادمترجم ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری　　الدارالسّلفیہ مومن پورہ ممبئی

مقالہ: دعوت نبوی پر قریش اکابر کا ردعمل۔سماجی تجزیاتی مطالعہ　　پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی

مجموعۂ مقالات سیرت سیمینار ۲۰۱۳ء　　دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

مقالہ: انساب الاشراف میں محاصرۂ شعب ابی طالب کی تفصیلات کا جائزہ

کلیم صفات اصلاحی

مجموعۂ مقالات سیرت سیمینار ۲۰۱۴　　دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

محاضرات فقہ۔ڈاکٹر محمود احمد غازی　　اریب پبلیکیشنز۔پٹودی ھاؤس دریا گنج۔نئی دہلی۔

مقالہ: شعب ابی طالب میں محصوری ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاوری

مجموعۂ مقالات سیرت سیمینار ۲۰۱۴ء　　دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

رحمۃٌ للعالمین ج اول　　قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔مکتبہ جامع لاہور طبع پنجم ۱۹۳۹ء

پیغمبر انسانیتؐ　　مولانا جعفر شاہ محمد پھلواروی　　ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان

کلب روڈ لاہور

پیغمبر انقلاب　　وحیدالدین خاں　　مطبوعات اسلامی مرکز نظام الدین دہلی

حیات رسول امی صلی اللہ علیہ وسلم　　خالد مسعود　　کتاب وسنت اکیڈمی نئی دہلی

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم　　نعیم صدیقیؒ　　مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی

رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم　　پروفیسر محمد اجمل خان　　الجمیعہ پریس دہلی

سیرت پیغمبر اسلام　　علامہ محمد غزالی　　مترجم ابومسعود اظہر ندوی

مطبع فائن آفسٹ ورکس جامع مسجد دہلی

ابوطالب کی گھاٹی محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ج اول　　خواجہ شمس الدین عظیمی (انٹرنیٹ سے)

محمد الرسولؐ۔ج اول　　خواجہ شمس الدین عظمی۔انٹرنیٹ سے۔سیرت نبوی۔

ww.islamiclandmarks.com/makkah-other/valley-of-abu-talib

www.rasulullah.org/en/bycott.against.muslims

حضور اقدس ﷺ نے قوم کے بہترین فرد ہونے ؛ اعلی نسب ہونے ؛ وجیہ وشکیل ہونے ؛ اعلی کردار ہونے ؛ افصح اللسان ہونے ؛ صادق وامین ہونے کے باوجود پہلے دن سے تہمتیں اٹھائیں، جھٹلائے گئے، طنز کے تیر پھینکے گئے، سب وشتم کیا گیا، جسم اطہر پر غلاظت پھینکی گئی، حالت سجدہ میں اوجھ رکھ دی گئی، ساتھیوں کو تپتی ریت پر گھسیٹا گیا،.................نیزہ چبھو کر شہید کر دیا گیا، طائف کی گلیوں میں لہولہان ہوئے، میدانِ جنگ میں زخمی ہوئے، سیکڑوں ساتھیوں کو قربان ہوتے دیکھا، بادشاہی میں بوریا نشینی کی، مال ہوتے ہوئے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی اور مسکینی کو اپنا شعار بنایا تا کہ قیامت تک آنے والے امتی کو جب ایمان کی بھٹی میں تپایا جائے تو اپنے نبی کی زندگی دیکھ کر اسے مہمیز ملے اور کانٹوں بھری راہ پر بھی سرپٹ دوڑتا چلا جائے۔

آپ ﷺ کی زندگی کا ایک ایسا ہی پڑاؤ شعبِ ابی طالب ہے جہاں آپ ﷺ نے اپنے خاندان اور احباب کے ساتھ تین سالہ طویل ترین اختیاری قید کے دن گذارے۔ جان کا خطرہ، کاروبار کی تباہی، معاشرتی بائیکاٹ، فاقے اور مسلسل فاقے، اجتماعی تعذیب، بچوں کی چیخیں اور ماؤوں کی بے کلی، گھات میں دشمن، اس کے باوجود پوری پامردی سے اپنے مشن پر قائم یہاں تک کہ اللہ کی غیب سے مدد آئی اور خود دشمنوں میں انتشار رہوا۔ ایک ایسا پڑاؤ جو قدم قدم پر رہروِ شوق کے لیے مہمیز کا سامان رکھتا ہے...... برادر شاہد بدر نے عزم کیا کہ سیرت کے اس پہلو سے اردو داں طبقہ کو بالتفصیل روشناس کرایا جائے تا کہ مختلف حصاروں میں گھری اس امت کو وہ ایندھن فراہم ہو سکے جو ان کو استقامت بھی مہیا کرے اور آگے کے سفر کے لیے قوت بھی فراہم کرے۔...... یہ شاہد بھائی کا ہی نصیبہ تھا کہ اللہ کی مدد سے انہوں نے ایک گراں قدر تحقیقی تصنیف کو وجود بخشا۔ اللہ تعالی ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ملت کے جیالوں کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنی ہر پریشانی میں آقاءِ نامدار سیدنا محمد ﷺ کے اسوہ کو سامنے رکھیں۔ ان شاء اللہ ہر پریشانی ہیچ ہو جائے گی اور منزل آسان تر۔

اسی کتاب سے ماخوذ